سوشل میڈیا پر منعقد ہونے والے مشاعروں کی
غزلیات پر کئے گئے تبصروں کا گرانقدر مجموعہ
تاثرات عظیم
مفتی شرف الدین عظیم
امام و خطیب مسجد انوار گوونڈی
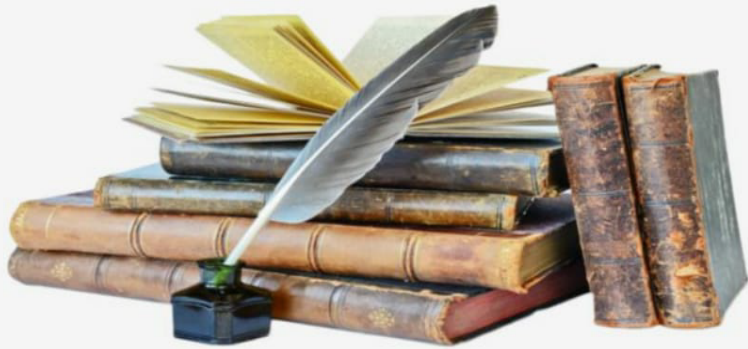
ناشر
بزم شمع فروزاں شیواجی نگر گوونڈی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب	تاثرات عظیم
مصنف	مفتی شرف الدین عظیم اعظمی قاسمی
مرتب	حفظ الرحمن الاعظمی
تزئین	خورشید احمد الاعظمی
ناشر	بزم شمع فروزاں شیواجی نگر گوونڈی ممبئی
بار اشاعت	مارچ 2021

پیش لفظ

حضرت مولانا عبداللہ صاحب قاسمی

یوں تو اردو ادب کا دامن ہمیشہ لعل و گہر سے بھرا رہا ہے، لیکن ایسے افراد ہر زمانے میں بقدر نام رہے ہیں جن کے تحریری زمزمے دلوں کے انجماد کو اضطراب بخش دیں، ایسے عظیم اور کمیاب ادیبوں میں سے مولانا شرف الدین عظیم قاسمی صاحب بھی ہیں، اللہ تعالٰی نے انھیں ادب کے ایسے ملکہ سے نوازا ہے کہ الفاظ ان کے نوک قلم سے آبشار کے پانی کی طرح نکلتے ہیں اور پڑھنے والے اس کی روانی میں بہتے چلے جاتے ہیں۔

مفتی صاحب کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ وہ اگر مردہ سے مردہ لفظ کو بھی چھودیں تو اس میں جان پیدا ہو جاتی ہے، وہ جس تعبیر کو استعمال کر دیں وہ ادب کے ماتھے کا جھومر بن جاتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ وہ الفاظ کو ایک جوہری کی نگاہ سے دیکھتے ہیں پھر انکی حدود ماہیت کا تعین کرکے انھیں ایسی سمتوں کی طرف روانہ کرتے ہیں جو ایک قطعی تازہ جہان معانی سے عبارت ہوں، خشک سے خشک موضوع پر بھی اگر انھوں لکھنا شروع کیا تو ان کے صہبائے قلم کے چھلکتے ہوئے جام کے حیات بخش قطرات سے چمن زار ادب لہلہا اٹھتا ہے، اپنے دعوے پر بطور دلیل میں مفتی صاحب کی کوئی تعبیر اس امید پر نہیں پیش کر رہا ہوں کہ آپ اس کتاب کو پڑھ کر میری بات کی تائید خود کرینگے، اردو مضامین میں ایسی دلکشی میں نے یا تو شورش کاشمیری کے یہاں پائی یا پھر مفتی صاحب کے یہاں، یہی وجہ ہے کہ انکی ہزاروں تحریریں ہم نے اپنے پاس جمع کر رکھی ہیں۔

یوں تو مفتی صاحب نے ہر موضوع پر لکھا ہے لیکن یہ کتاب ان تاثرات

اور تبصرات کا مجموعہ ہے جسے انھوں نے لوگوں کے اشعار پر کیا ہے، جو انتہائی لاجواب ہیں، ساتھ ہی ساتھ اس کتاب کے مرتب مولانا حفظ الرحمن صاحب کے ہم بے پناہ شکر گزار ہیں کہ انھوں نے مفتی صاحب کے جواہر پاروں کو کتابی شکل دے کر ہم لوگوں پر بہت بڑا احسان کردیا ہے، اللہ تعالی انھیں اس کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔

یقیناً مفتی صاحب کی تحریریں اردو ادب کا ایک سرمایہ ہیں جسے انھوں نے جمع کر کے ضائع ہونے سے بچالیا۔ اور مولانا محترم سے ایک گزارش بھی کرونگا کہ وہ مفتی صاحب کی بقیہ تحریروں کو بھی کتابی شکل دے کر منظر عام پر لائیں تا کہ تشنگان ادب بھرپور طریقے سے سیراب ہوں۔

اظہار احساس

فنون لطیفہ میں صنف شاعری ایک مؤثر ترسیلی ذریعہ زود اثر اظہار احساس کا وسیلہ اور افکار وخیالات کو دوسروں تک پہنچانے کا بہت کارآمد پلیٹ فارم ہے، یہ صنف ہر زمانے میں اسی وجہ سے مقبول رہی ہے۔

اس کی متعدد اقسام میں غزل کی قسم نے نسبتاً تیز رفتار ترقی کی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ اس کا تنوعاتی جہان ہے۔ ابتدائی دور میں یہ صرف بادہ وساغر کے خمار آلود ماحول تھی، حسن وعشق کے رنگین حصار میں قید تھی، بیسویں صدی میں آزادی کے بعد اس نے کروٹ لی، اور مذکورہ موضوعات کے حصار کو توڑ کر کھلی فضا میں قدم رکھا، فرد کی زندگی کو کریدا، معاشرے کے کرداروں سے پردہ اٹھایا، اجتماعی زندگی کی تصویر کشی کی، حکمرانوں کی عیاشیوں اور ان کے غلط اور ظالمانہ سلوک کو طشت از بام کیا، نتیجتا آج غزل عہد حاضر کے رویوں کا آئینہ ہو چکی ہے، سماج کی ترجمان ہو چکی ہے، فرد سے لیکر ملکی پیمانے پر تمام کردار اس کے موضوع کی دسترس میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مادیت کی لہر اور شعر وادب کے لئے ساز گار ماحول نہ ہونے کے باوجود نئی نسل اس کی طرف متوجہ ہو رہی ہے۔

موبائل کے ذریعے شوشل میڈیا پر جہاں وقت کے ضیاع کے لئے بے شمار نت نئے سامان موجود ہیں وہیں اس پر شعر وسخن کی ایک طرف محفلیں بھی منعقد ہوتی رہتی جو اپنے اپنے ظرف وہمت کے بقدر غزل کے گیسو سنوارنے کا عمل انجام دیتی رہتی ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ یہ محفلیں معیاری کلام پیدا نہیں کر پاتیں مگر یہی کیا کم

ہے کہ صلہ وستائش کی پرواکئے بغیر وہ ادب کی پرورش میں مصروف ہیں۔

اسی طرح کی ایک نمایاں انجمن بزم شمع فروزاں، ہے اس کی ذمہ دار ضلع بیڑ مہاراشٹر کی رہنے والی محترمہ بلقیس صاحبہ ہیں، وہ پیشے سے معلم اور ٹیچر ہیں، لیکن بہت باذوق اور سخن ور ہیں، غزلیں بھی لکھتی ہیں اور اچھا لکھتی ہیں، اس بزم میں اکثریت ٹیچر اور معلم کی ہے، جو تدریس سے وابستہ ہیں اور خطۂ مہاراشٹر کے علاوہ ملک کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں، خارجی اوقات میں وہ شعر و سخن میں بھی طبع آزمائی کرتے ہیں۔

اس گروپ کے تحت ہر ہفتے ایک طرحی مشاعرہ ہوتا ہے، اس پر شعرا حضرات اپنی تخلیقات پیش کرتے ہیں پھر ان پر تبصرہ نگار حضرات بے لاگ تبصرہ کرتے ہیں خوبیوں پر حوصلہ افزائی کرتے ہیں کمیوں کی فنی نشاندھی کرتے ایک مبصر کی حیثیت سے راقم بھی اس بزم کا حصہ ہے، اس لئے وقتاً فوقتاً اس کے پاس بھی غزلیں آتی رہیں، اور کوتاہ نظری کے باوجود یہ اس پر تبصرے کرتا رہا، رفتہ رفتہ اس کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی، بہت کچھ غفلتوں کی نذر ہو کر گمنامی کے غار میں چلی گئیں جو رہ گئی ہیں ان کی تعداد بھی کم وبیش اسی کے آس پاس ہے۔

ہمارے قدرداں عزیزم مولوی حفظ الرحمن اعظمی نے ان تحریروں کو یکجا کر کے انہیں کتابی شکل دیدی ہے اس خیال سے کہ شاید ادب کے مسافروں کے لئے اس میں کچھ کام کی چیز مل جائے، مجھے احساس ہے کہ فنی حوالے سے یہ مضامین اہم نہیں ہیں تاہم میرے لئے یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ ترتیب کی صورت میں بکھری ہوئی تخلیقات کی حفاظت کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ اس ضمن میں اگر کسی کو ان سے فائدہ حاصل ہو جائے تو مفت میں خوشی و مسرت کی سوغات ہاتھ آ جائے گی۔ میں صمیم قلب سے مولانا حفظ الرحمن صاحب قاسمی اعظمی کا شکر گذار ہوں کہ اپنے قیمتی

اوقات کو صرف کرکے انہیں کتاب کی صورت دی۔

اور اس کے ساتھ ساتھ رفیق محترم مولانا خورشید احمد صاحب قاسمی اعظمی استاذ مدرسہ انوار العلوم انوار مسجد گوونڈی ممبئ کا بھی صدق دل سے مشکور ہوں کہ انھوں نے کمپوزنگ اور ٹائیٹل وغیرہ کے سارے مراحل کو اپنے سر لیکر انہیں پایہ تکمیل تک پہنچادیا، اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو دنیا میں ہر قدم پر ترقی عطا فرمائے اور آخرت میں اپنی شان کے مطابق بدلہ عنایت فرمائے۔ آمین۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی
مسجد انوار گوونڈی ممبئ
بروز سنیچر وقت عشاء
20/ مارچ 2021

عرض مرتب

جب جذبات کو تصور اور تصور کو شاہی الفاظ کا لبادہ نصیب ہوتا ہے تو ردائے قرطاس پر مفتی شرف الدین کی تحریر جیسا شاہکار ہی نمودار ہوتا ہے ؛ مفتی شرف الدین صاحب خوب لکھتے ہیں اور بہت خوب لکھتے ہیں ، سینکڑوں صفحات میں بکھرے آپ کے جواہر پاروں کو اگر یکجا کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ لعل و گہر کا وہ مجموعہ اسلوب رنگین میں اپنے عہد کا نمائندہ و ترجمان ہوگا۔

الفاظ کا دروبست، تشبیہات و کنایات کی گلکاری، قلم کی نغمگی، کاغذ کی رنگینی، اسلوب کی بلند آہنگی، غنایئت کی چاشنی، اور آبشاروں کی روانی یہ وہ التزام و اہتمام ہیں جو مفتی صاحب کی تحریروں کو بادشاہوں کا جلال اور فقیروں کا وقار عطا کرتے ہیں، میں یہ بات بارہا کہہ چکا ہوں اور پھر دہرا رہا ہوں کہ مفتی صاحب کے ادبی شہہ پارے اس لائق ہوا کرتے ہیں کہ اس کے طغرے بنا کر اہل ذوق کو ہدیۃً پیش کیے جائیں۔۔۔مثلاً مفتی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''ظرف جب علوم سے معمور ہوتا ہے، چشمۂ صافی کی طرح جذبات شفاف ہوتے ہیں، احساسات کلیوں کی طرح جمیل و خوبصورت ہوتے ہیں، دلوں میں اخلاص کی بے تاب لہریں مچلتی ہے، طبیعت سیماب صفت ہوتی ہے، مشاہدات سمندروں کی طرح گہرے اور اخذ و اکتساب کی صلاحیتوں سے مالا مال ہوتے ہیں تو اس دیار قلب سے نکلنے والے الفاظ و حروف اس قدر مؤثر دل آویز ہوتے ہیں کہ ادب کے افق پر ستارہ فن بن کر جگمگا اٹھتے ہیں''۔

اس طرح کے سینکڑوں شہہ پارے ہیں جن کی دلفریبی و کشش کے سامنے شاعری کی شمع بھی ماند پڑ جائے، زیر نظر صفحات کہنے کو تو غزلوں پر تبصرہ نگاری ہے، لیکن

آپ کی قلم گہربار نے یہاں بھی وہ موتی لٹائے ہیں کہ پڑھنے والے پڑھیں اور سر دھنیں۔

ان کی بکھری ہوئی تحریروں کو ہم نے یکجا کرکے اہل شوق کی خدمت میں ایک قیمتی اثاثہ پیش کیا ہے،اس امید کے ساتھ کہ اس ادنی کوشش کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا،خدا کرے کہ یہ کوشش اہل ادب کی نگاہوں میں قبولیت کے مقام پر فائز ہو

حفظ الرحمن الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ۔ بزم شمع فروزاں

کلام: نوشاد اشہر اعظمی
تبصرہ: شرف الدین عظیم الاعظمی

شاعری کی متعدد اصناف میں غزل کو وہ نمایاں مقام حاصل ہے کہ وہ اپنے آغاز آفرینش سے ہی ارتقاء پذیر تھی اور ہنوز تیز رفتاری سے ارتقائی منزلوں کی طرف سفر کر رہی ہے، شعر وادب کے قافلوں نے ہر دور میں غزل کے روپ ریکھا سنوارنے کے لیے نئی ہیئتوں جدید تیکنیکوں، نئے ڈکشن اور منفرد لہجے سے نئے امکانات اور نئے شعری جہان دریافت کئے، لسانی طور طریقوں، فنی لوازمات اور ادبی روایات سے شعری پروانوں کو آشنا کیا، مواد، ہئیت، موضوع وخیال کی ندرت، اسالیب وطریقہ کار میں تازہ کاری، اور تخیلات کی تابناکیوں سے اردو غزل کو ثروت مند بنایا، ادب کے کاروانوں کے ذریعے غزل کی تعمیر و ترقی کا سلسلہ ماحول کی سفاکیت کے باوجود آج بھی جاری ہے، اس کا ثبوت بزم شمع فروزاں کا وجود اور اس کے کینوس منظم طریقے سے اہل شوق وادب کی سخنوری اوران کے تخلیقی کارناموں کے نقش ہائے زریں کی رخشانیاں ہیں۔

زیر نظر غزل کو دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ نوشاد اشہر صاحب بھی ادب کے انہیں دیوانوں میں شامل ہیں جو پرورش لوح و قلم کی راہ میں جگر کو جلاتے ہیں، جذبات کو پگھلاتے ہیں، ان کے شعری سفر کی مدت طویل یا مختصر معلوم نہیں، لیکن کلام کا زیر وبم اور اس کا بانکپن بتارہا ہے کہ وہ ایک بلند تخیل اور خوبصورت احساسات کے مالک ہیں، نظم کی صلاحیت ان کے یہاں اعلی پیمانے پر موجود ہے، ان کا تخلیقی شعور پختہ اور مشاہدات گہرے ہیں، اور یہ اوصاف جب کسی میں جمع ہو جاتے ہیں تو خوبصورت شاعری وجود میں آتی ہے مثلاً ان کے کلام کا مطلع دیکھیں۔

ہم پرندوں سے نہ پوچھو ہو گئی حالت عجیب
ندہ رہنے کی یہاں قیمت چکاتے ہیں عجیب

ایک بامقصد اور معنویت سے بھرپور شعر ہے ' ملک کے سلگتے حالات اور حکومت کے دہرے اور غیر قانونی رویے پر بلند آہنگ میں احتجاج کا اسلوب اختیار کر گیا ہے۔

ایک عرصہ ہو گیا نکلا نہ اب تک سحر سے
اس فسوں گر کے تکلم میں تھی وہ ندرت عجیب

رومانیت اور نغمگی سے معمور بہت ہی خوبصورت شعر ہے، اور بڑے سلیقے سے محبوب یا اس کی صورت میں فتنہ گر کے طلسم ہوشربا کی تصویر کشی کی گئی ہے، الفاظ کے دروبست اور فنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ مضمون کے لحاظ سے بھی بہت عمدہ شعر ہے جس میں خیال کی ندرت نے حسن پیدا کر دیا ہے۔

کوئی منزل ہے نہ رستہ ہے نہ ہے زادِ سفر
اب کے ہے درپیش خوابوں کو مرے ہجرت عجیب

مضمون کی جدت، زبان کی برجستگی، وسلاست، جملوں کی ساخت کے حوالے سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ شعر اس عہد کی نمائندگی کر رہا ہے اور بڑے سلیقے سے شاعر نے اپنے احساسات کو شعر کا پیکر عطا کیا ہے، اس ایک شعر میں ملک کے معاشرے کی اہل اقتدار کی تصویریں دیکھی جا سکتی ہیں۔

آبجوئے شوق بھی گھبرا گیا چھوتے ہوئے
تھی مرے ہونٹوں پہ اب کے پیاس کی شدت عجیب

ظاہری ہئیت کے لحاظ سے بھی اور معنوی اعتبار سے بھی یہ شعر شاہکار ہے ،ماضی قریب کے بلند پایہ شاعر احمد فراز کا آہنگ نظر آ رہا ہے، ،بہت خوبصورتی سے اشہر صاحب نے استعارے کا استعمال کیا ہے۔

اس کے ہاتھوں بک گیا جس نے بھی دیکھا اک نظر
بخش دی اس کو خدا نے حسن کی دولت عجیب

غزل کا روپ لئے ہوئے بہترین شعر ہے رنگ تغزل ہر لفظ سے ٹپک رہا ہے، ایک نظر میں اسیر ہو جانے کے استعارے نے حسن کو انتہائی کمال پر پہونچا دیا ہے۔

قید کر لیں مٹھیوں میں بوئے گل اڑنے نہ دیں
پال رکھی ہے ہوس کاروں نے یہ چاہت عجیب

ظالمانہ اقتدار، انا پرست کرداروں اور خود غرض سماج کے مکروہ چہرے سے نقاب کشائی کرنے والا یہ شعر بھی اپنے موضوع کے لحاظ سے سمندر کی حیثیت رکھتا ہے، شاعر کے تخیل کی بلند پروازی اور وقت کی لوح پر بکھری ہوئی صداقتوں کو سمیٹنے کے فن کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

شادمانی کا سبب ہجراں نصیبوں سے نہ پوچھ
رد فرقت کو ملی ہے یاد سے لذت عجیب

نادر استعارات اور مضمون کی گہرائی کے حوالے سے یہ شعر بھی کمال کا ہے جس کے اندر شعریت اور موسیقیت کے علاوہ شاعر کا درد بھی محسوس ہو رہا ہے، فراق وہجر کے جگر خراش ایام میں جہاں زندگی کے سارے سہارے ٹوٹ چکے ہوں، مایوسیوں کی گھٹائیں ہر سو پھیل چکی ہوں، دلوں کی دنیا میں ٹمٹماتی ہوئی امید کی شمع بھی بجھ چکی ہو تو ایسے سفاک لمحوں میں ماضی کی سنہری یادیں مغموم رخساروں پر ایک لمحے کے لیے مسکراہٹوں کی کرنیں بکھیر دیتی ہیں، اسی مضمون کو شاعر نے کس فنکاری سے شعری لباس دیا ہے۔

اچھے اچھوں کو بہکتے میں نے دیکھا ہے یہاں
سچ کہوں اشہر تو ہے یہ نشہ شہرت عجیب

مقطع کا شعر بھی معیاری ہے اور ایک اہم مضمون کو بڑے فنکارانہ انداز میں انھوں نے نظم کیا ہے۔۔

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔۔بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔توحید مسافر

گفتگو۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی

شمع فروزاں کی ادبی و شعری انجمن میں جناب توحید مسافر صاحب کی ذات محتاج تعارف نہیں۔وہ ان لوگوں میں سے ہیں،اردو ادب جن کے دلوں کا قرار ہے، سخنوری کے کوچے میں ایک عرصہ سے وہ آبلہ پائی کررہے ہیں، اور اس محنت و ریاضت کے نتیجے میں ان کی تخلیقات میں بڑا نکھار بھی آیا ہے آیئے آج کی تازہ غزل جو ان کی شفاف فکر کا نتیجہ ہے، جائزہ لیتے ہیں غزل کا مطلع کچھ اس طرح ہے،

یار سے بھی ہے وصال یار کی شدت عجیب
ہے محبت سے زیادہ ہی تری فرقت عجیب

ظاہری ہیئت کے حسن اور بحر کے لحاظ سے تو اس میں کوئی کمی نہیں ہے لیکن مضمون پیدا نہیں ہوسکا ہے مفہوم بالکل مبہم ہے اس میں مزید کوشش درکار ہے یار کے مقابلے میں وصل یار کی شدت اور اسی طرح محبت کے مقابلے میں فراق وجدائی کی شدت کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اہم مضمون ہے، مفہوم ایسا ہونا چاہیے جو پڑھنے والوں کو چونکادے اور متوجہ ہونے پر مجبور کردے

جتنا بڑھتا رہتا ہے اتنی زیادہ ہوتی ہے
فاصلے میں بھی چھپی ہوتی ہے اک لذت عجیب ہے

مضمون عمدہ ہے لیکن تخیل میں موجود افکار صحیح طریقے سے ظاہر نہیں ہو پائے، پہلا مصرع بالکل بے جان سپاٹ سا محسوس ہورہاہے اسے یوں کہیں۔جس قدر بڑھتی ہے دوری عشق ہوتا ہے فزوں،، پالیا ہم نے علاج درد دل کا اب سراغ عشق سے دامن بچا کر پائی ہے راحت عجیب مضمون کے لحاظ سے بالکل پامال ہے، شاعری کا

مرکزی موضوع عشق ہے بلکہ زندگی اس کے بغیر ادھوری اور نامکمل ہے بے روح ہے، بے رنگ ہے، لیکن شعر میں اسی عشق کے بغیر راحت کا تصور پیش کیا گیا ہے، اس میں مزید فکر کو آنچ دینے کی ضرورت ہے۔

یہ کرو یا وہ کرو جو ہو سکے وہ تم کرو
آپ کی دوری ہے بہتر آپ کی قربت عجیب

شعر کا پہلا مصرع شعریت اور نغمگی سے خالی ہے تاہم مضمون عمدہ ہے جس کی وجہ سے اس کی ساخت کا سقم ہلکا ہو گیا ہے بلکہ ختم ہو گیا ہے۔

وہ پرندے چل بسے جب آشیانے کو چھوڑ کر
ہو گئی تب سے ہماری ملک میں حالت عجیب

پہلے مصرعے میں،،وہ،،موصول ہے مگر اس کا صلہ مذکور نہیں ہے جس کی وجہ سے مفہوم واضح نہیں ہو سکا ہے اسے یوں کہیں، طائران آدمیت دیس سے کیا چل بسے۔

در بدر اب پھر رہا ہوں اک مسافر کی طرح
ہو گئی ترک محبت سے مری حالت عجیب

مقطع کا شعر بہت خوبصورت ہے برجستگی ورعنائی بھی ہے، سلاست روانی بھی ہے،اور ظاہری ساخت کے علاوہ مضمون آفرینی کے اعتبار سے بھی بہت عمدہ ہے، حاصل یہ کہ مجموعی لحاظ سے توحید صاحب کی یہ غزل معیاری تو نہیں لیکن ٹھیک ہے، تاہم ان کی کوشش اور محنت ومزاولت پرا گر داد نہ دی جائے تو بخیلی میں یہ عمل شمار ہو گا۔ خداوند عالم ادب وشعر کی بلندیاں عطافرمائے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔عرفان دانش
تبصرہ۔۔۔شرف الدین عظیم الاعظمی

ایک اچھے اور معیاری شعر کی تخلیق کے لئے جہاں خداداد صلاحیت درکار ہے وہیں ادب اور لسانیات کا مطالعہ بھی ضروری ہے تاکہ لفظوں کے انتخاب اور جملوں کی ترکیب ومحاورات کے ذریعے کم از کم اس کی ظاہری ہئیت وساخت کو شعر کی سطح پر لایا جاسکے یہ چیزیں جب مفقود ہوتی ہیں تو بحر کے باوجود حقیقتاً ان تخلیقات کا شمار شاعری میں نہیں ہوتا ہے اس لیے نوواردوں کے لئے لازم ہے کہ مطالعہ کا خاص خیال رکھیں۔جناب عرفان دانش صاحب ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں شعر وشاعری کا ذوق رکھتے ہیں لیکن سخنوری کی راہ میں ابھی وہ طفل مکتب نظر آتے ہیں تاہم انھوں نے طرحی مصرعے پر محنت کی ہے اور استطاعت کے بقدر اپنے خیالات کو شعر کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے ان کی غزل کا مطلع کچھ یوں ہے۔

چھوٹا سا قد ہے تمہارا چھوٹی سیمورت عجیب
غیبتیں کر کر کے کیسی ہو گئی صورت عجیب

مطلع میں انھوں نے کردار کشی کی مذمت کی ہے اور اسے غیر انسانی قرار دے اس کے مکروہ اثرات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے، مگر سچی بات یہ ہے کہ بات بن نہیں پائی، پہلے مصرعے سے دوسرے کا ربط نہیں ہو پایا ہے، ضرورت ہے کہ مصرع اول میں پھر سے کوشش کریں، اور خیال رہے کہ گفتگو میں ابتذال کا اثر نہ آنے پائے۔

سر کٹا سکتے ہیں لیکن سر جھکا سکتے نہیں
ہم مسلمانوں کو رب نے بخشی ہے ہمت عجیب

اچھا شعر اچھی کوشش ہے مضمون عام ہے مگر سلیقے سے انھوں نے نظم کیا ہے ایک مسلمان کی شان ہی یہ ہے کہ اس کا سر غیر اللہ کے آگے کسی قیمت پر نہ خم ہو

سانپ تو پھر سانپ ہےآج کے انساں میں بھی
پیدا ہوتی جارہی ہے ڈسنے کی فطرت عجیب

انسانی کردار جو اس وقت حیوانی کردار میں ہے، اسے اس شعر میں اجاگر کیا گیا ہے۔ لیکن پہلا مصرع بحر سے خارج ہے اسے یوں کہیں۔ سانپ کا کیا ذکر ہے اب حضرت انساں میں بھی، تا کے کسرہ کے ساتھ۔

دیکھ کر رخسار پر ان کی وہ ہلکی سی ہنسی
دل میں جاگی ہے، ہمارے آج پھر حسرت عجیب

اچھا شعر ہے، غزل کا رنگ لئے ہوئے۔

کیسے میں تم سے کہوں میرے وہ رب کی حکمتیں
ظالموں کو ڈھیل دے کر دیتا ہے، شہرت عجیب

ظلم کے بڑھتا ہوا سیلاب درحقیقت زوال کا پیش خیمہ ہوتا ہے مضمون عمدہ ہے شعریت مفقود ہے، اسے اس طرح کہیں:

کیا بتاؤں تم سے رب دوجہاں کی حکمتیں
ظلم کی اس ڈھیل کو سمجھا ہے تو شہرت عجیب

گڑ گڑا کر جب کبھی مانگوں جو بھی رب سے مرے
آئے گی پھر دیکھنا غیب سے نصرت عجیب

پہلے مصرعے میں سلاست بالکل نہیں ہے، بلکہ لفظوں کی غیر موزوں ترکیب سے ثقل پیدا ہو گیا ہے دوسرے مصرعے میں وزن کی کمی ہے، زمانے کے لحاظ سے بھی دونوں مصرعوں میں ربط نہیں ہے، اس طرح کہیں:

بے بسی میں ہاتھ جب اٹھے خدا کے سامنے
ہوگئی نازل دفعتاً غیب سے نصرت عجیب

اگلا شعر اس طرح ہے:

ہو رہی ہے جگ ہنسائی مودی تیرے راج میں
ہر طرف تونے لگائی آگ کی دہشت عجیب

حالات حاضرہ کی تصویر کشی کرنے والا شعر ہے، مگر پہلے مصرعے میں سوقیانہ پن ہے، شعری صنف لطافت اور کنائے کا تقاضا کرتی ہے اسلوب میں عریانیت سے اس کا حسن پامال ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے:

ہو رہا ہے ملک رسوا حکمران وقت دیکھ

مجموعی لحاظ سے کلام ٹھیک اور درست ہے عرفان صاحب کی کوشش لائق تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقیات نصیب فرمائے آمین

شرف الدین عظیم الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔۔۔بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔۔نوشاد اشہر
گفتگو۔۔شرف الدین عظیم اعظمی

نوشاد اشہر صاحب اردو غزل کے ان شعرا میں ہیں، جن کے کلام میں ساغر و مینا کی جگہ زندگی اور زندگی کی سچائیوں کی تصویریں زیادہ نمایاں ہیں۔نوشاد اشہر کے یہاں بھی غم جاناں سے زیادہ غم دوراں اور فرد سے زیادہ معاشرے کا ذکر مرکزی حیثیت رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں انسانی کردار، اخلاقی اقدار، مذہبی روایات، اور سماجی ناہمواریوں کے نقوش پوری حشر سامانیوں کے ساتھ آشکارا ہو جاتے ہیں۔اس لحاظ سے انہیں عصر حاضر کی غزل کا نمائندہ شاعر کہا جا سکتا ہے، حالیہ طرحی مشاعرہ میں کہی گئی ان کی غزل بھی معنیٰ آفرینی اور ظاہری حسن کے اعتبار سے فن کے معیار پر ہے مطلع ملاحظہ کریں۔

نہ کام آئے گی اس وقت ریشمی سج دھج
ہر ایک جسم پہ لازم ہے آہنی سج دھج

ملک کے حالات اور اصحاب اقتدار کی آمریت اور نازی ازم کے تناظر میں یہ مطلع مکمل مقصدیت کا سامان لئے ہوئے ہے، ریشمی اور آہنی کے قافیے نے ردیف میں گویا جان پیدا کر دی ہے بہت زبردست مطلع ہے:

فلک سے چاند بھی اترا ہے دیکھنے کے لئے
چڑھے شباب کے دریا کی نقرئی سج دھج

بہت پیارا شعر ہے، رومانیت کا رنگ پورے شعر میں بکھرا ہوا ہے، اگر دریا کے شباب کو محبوب کا سراپا کے لئے کنایہ سمجھا جائے تو اس کی معنویت مزید بڑھ جاتی ہے:

اتر گئے ہیں سبھی رنگ ان کے بارش میں
جو لیکے آئے تھے محفل میں کاغذی سج دھج

ظاہر وباطن کے کرداروں میں تضادات کے حوالے سے زبردست شعر ہے، کہ نفاق کا غازہ جھوٹ کے چہرے پر زیادہ دیر تک باقی نہیں رہتا ہے۔

کوئی تو ہو جو تجھے دیکھ کر بھرے آہیں
مرے بغیر ہے، کس کام کی تری سج دھج

کائنات پر بکھری ہوئی رنگینیاں اور دلفریبیاں اسی وقت تک حسن و جمال کا شاہکار ہیں جب اس کی طرف توجہ کرنے والی خوبصورت نگاہ بھی ہو، حسن عشق کے بغیر بے حیثیت ہے، یہ شعر اسی فلسفے کا آئینہ ہے، جس میں نوشاد صاحب نے بڑی خوبصورتی سے معانی کے سمندر کو سمیٹا ہے:

نہارہے ہیں سبھی رنگ و بو کی بارش میں
اتر گئی ہے گلوں میں بہار کی سج دھج

روئے زمین پر سبزہ زاروں میں حسن کی حکمرانی اور بہاروں میں پھیلے ہوئے چمن زاروں کے قدرتی مناظر کی اس شعر میں تصویر کشی کی گئی اور بڑی فنکاری سے صورت گری کی گئی ہے۔ سلاست وروانی بھی ہے۔ اور برجستگی ورعنائی بھی۔

سوائے ہم سے دوانوں کے تاب تھی کس میں
ہمیں سے دار ورسن کی سدا بڑھی سج دھج

بہت عمدہ شعر ہے دار ورسن کی نسبت دیوانگی سے کیا خوب ہے، صلیب و دار اور آتش وآہن کی منزل حقیقت میں شوق جنوں اور دیوانگی وارفتگی ہی کا مقدر ہے عقل عیار تو یہاں بھیس بدل کر۔ مصلحت کا دوسرا راستہ اختیار کر لیتی ہے، شعر کی ظاہری خوبصورتی کے ساتھ ساتھ زبردست معنیٰ آفرینی اس میں موجود ہے:

دل ونگاہ کا لیتی ہے امتحاں ہر دم
کسی کے قامت زیبا کی نرگسی سج دھج

محبوب کے حسن وجمال کی اس اسلوب سے بڑھ کر تعریف کیونکر ممکن ہے کہ اسے دیکھتے ہی دل ونگاہ ایمان و عمل کے لحاظ سے امتحان میں پڑ جائے، لفظوں کے

دروبست اور معنی کے اعتبار سے بہت ہی خوبصورت شعر ہے، رومانیت اور نغمگی سے بھرپور ہے:

مہ و نجوم ہیں جگنو چراغ سب لیکن
سیاہ زلفوں سے قائم ہے رات کی سج دھج

بہت خوبصورت تضمین ہے، ظاہر ہے تاریکیوں کے بغیر اجالے کا تصور بے معنی ہے، ماہ و انجم کا جلوہ رات کی سیاہی پر ہی منحصر ہے:

وہ ایک شام جو آئی تھی اس کے ساتھ اشہر
عجب نکھار تھا اس پر تھی دیدنی سج دھج

مقطع کا شعر بھی بہت خوب ہے گلستانوں کا جمال گلشنوں کا حسن معشوق کے بغیر بے حیثیت ہے، اور اس کی موجودگی ماحول کی اداسیوں میں بھی نشاط پیدا کر دیتی ہے،۔ مجموعی لحاظ سے اشہر صاحب کے کلام میں روانی بھی ہے، برجستگی بھی، خوبصورت تشبیہات بھی ہیں کنایات بھی مضامین میں ندرت بھی ہے خیال میں لطافت بھی، حالانکہ مصرع طرح ردیف کے حوالے سے انتہائی مشکل تھا لیکن بڑی خوبی سے انہوں نے استعمال کر کے اپنے بہترین تخیل کا مظاہرہ کیا ہے، اس لحاظ سے ان کی یہ غزل اعلیٰ معیار پر ہے۔

شرف الدین عظیم الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔۔۔بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔جمال بلقیس صاحبہ
تبصرہ۔۔۔شرف الدین عظیم الاعظمی

عصر حاضر میں اردو شاعری کے کینوس پر نسائی فکر و نظر کے حوالے سے بلقیس جمال ایک معتبر نام ہے، وہ شفاف فکر، عمدہ تخیل، اور بہترین تخلیقی صلاحیتوں کی حامل ہیں، انہوں نے غزل کے روایتی آہنگ میں واردات قلب کو شاعری کا لباس عطا کیا ہے۔ذیل کا کلام ان کی خوبصورت فکر کا مظہر ہے،، مطلع اس طرح ہے۔

ملی ہو جس کو وراثت میں سادگی سج دھج
وہی ہے اصل جہاں بھر میں وادئ سج دھج

بہت خوبصورت مطلع ہے، جس میں انھوں نے فطری حسن وجمال کی حقیقت کو آشکارا کیا ہے،، زندگی کے کرداروں میں تصنع اور بناوٹ ان کی معنویت کو کھو دیتا ہے اس کے بر عکس قدرتی اور فطری کردار اپنی ایک الگ شان رکھتے ہیں، مضمون بالکل سادہ اور عام ہے، مگر سہل ممتنع کے اسلوب میں اسے اہمیت عطا کر دی گئی ہے۔

اصول زیست یہی حسن بھی رہے محتاط
نہ راس آئی نہ آئے گی کاغذی سج دھج

معنیٰ آفرینی سے معمور بہت ہی خوبصورت شعر ہے، مطلع کا مفہوم ایک نئے لہجے اور نئے بانکپن میں پیش کیا گیا ہے، سلاست وبر جستگی کے ساتھ ساتھ شعریت اور موسیقیت سے بھی بھرپور ہے۔

تمہارے بعد تو روٹھا ہو آئینہ جیسے
اداس آنکھ مری دیکھ عارضی سج دھج

غضب کا شعر ہے رومانویت کا ایک جہاں اس میں سمٹ آیا ہے۔

اتر گئی مری آنکھوں میں ہجر کی لالی
غموں نے چھین لی آنکھوں کی سرمئی سج دھج

یہ شعر بھی کمال کا ہے، ہجر و فراق کے اثر سے آنکھوں کی رنگت کا اڑنا اور مشکل ردیف کے ذریعے اس مفہوم کو ادا کرنا ایک مشکل امر تھا مگر تخیل کی بلند پروازی نے اسے حل کر دیا، پورا شعر رعنائی و نغمگی کا نمونہ ہے۔

بچھی ہیں آپ کی راہوں میں منتظر آنکھیں
ہے زیب تن کیا گلشن نے مخملی سج دھج

یہ شعر بھی رومانیت سے بھرپور ہے، اور عمدہ ہے، محبوب کے انتظار میں چمن کی شاخوں نے استقبال کے لئے مخملی گلوں کی قبائیں پہن لی ہیں تا کہ اس سے زیادہ اہتمام کا تصور نہیں کیا جا سکتا اس مضمون کو بھی شاعر نے بڑی خوبصورتی سے نظم کیا ہے۔

نمی ہے آنکھوں میں اور مسکرانا واجب ہے
بہت تھکا گئی رخ کو یہ عارضی سج دھج

مضمون عمدہ ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ غموں کی برسات کے باوجود حالات کے تقاضوں پر عمل کے لئے اس آگ کو پوشیدہ رکھنا لازم ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ مرحلہ بہت آسان نہیں ہوا کرتا، مگر پہلے مصرعے میں لفظوں کی ساخت خوب صحیح نہیں ہو پائی ہے، اسے یوں کہا جا سکتا ہے، لبوں پہ میرے تبسم نمی ہے آنکھوں میں۔

لبادہ میلا سہی من جمال اجلا ہو
فنا کبھی نہیں ہوتی یہ باطنی سج دھج

مقطع کا شعر بھی بہت اعلیٰ مضمون پر مشتمل ہے جس کی تشریح یہ ہے، کہ انسان کی خوبصورتی حقیقت میں اس کے کردار و عمل سے ہی ہے، اور اسی سے اس کی شناخت ہوتی ہے، مگر یہاں بھی پہلے مصرعے میں لفظوں کی ہیئت اور اس کی ترکیب

میں کمی ہے، جس کی وجہ سے شعریت مفقود ہو گئی ہے، دوسرا مصرع فصاحت سے معمور ہے پہلے مصرعے کو بدل کر یوں کہا جاسکتا ہے،، طہور قلب حقیقت میں ہے، جمال حیات۔

مجموعی لحاظ سے یہ غزل عمدہ اور بہترین ہے، لفظوں کا جمال بھی ہے مضمون میں ندرت بھی ہے،، تخیل کی لطافت بھی ہے، اور ساختیاتی حسن بھی، ایک مشکل ردیف پر طبع آزمائی اور سخنوری کی اس رہ گذر کو کامیابی سے طے کرنے پر محترمہ بلقیس صاحبہ کو بے شمار مبارکباد۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔خبیب تابش
تبصرہ۔۔شرف الدین عظیم اعظمی

حالیہ طرحی مشاعرہ کے ادب پروانوں میں خبیب تابش صاحب بھی شامل ہیں،اور فکر وفن کے شہر مالیگاؤں کی نمائند گی کی ہے،ان کا یہ کلام بتارہاہے، کہ وہ رنگین تخیلات کے ساتھ ساتھ شفاف فکر کے حامل ہیں آیئے ان کی غزل پر ایک نظر ڈالتے ہیں

غزال آنکھیں اور اس پر یہ سرمئی سج دھج
سیاہ زلفوں سے قائم ہے رات کی سج دھج ہو گئی

تغزل کا رنگ لئے ہوئے اچھی تضمین ہے، شعر میں حسن کی کرنیں بکھری ہوئی ہیں۔

ترا لباس تو ہے،ایک عارضی سج دھج
تجلی قلب کی دیتی ہے دائمی سج دھج

ثانی مطلع بھی خوب ہے، روحانی فلسفہ کا غماز ہے کہ اصل حسن انسان کا روح کا جمال ہے۔

ہم ایسے حرماں نصیبوں کو اور کیا مطلوب
تمہاری یاد کا غازہ ملی ہوئی سج دھج

درد فراق محبوب سے معمور شعر ہے،جس میں یاسیت نمایاں ہے، غم جاناں کا مفہوم لئے ہوئے عمدہ شعر ہے۔

جو دل ہے خشک تو آنکھوں میں پھر نمی کیسی
کہ جیسے چرخ کی بے ابر بکھئی سج دھج

خوشی ومسرت کی متضاد صفات کے اجتماع کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیاہے بے ابر چرخ کی تشبیہ خوب ہے۔

جو دیکھ لے کبھی دنیا تو چل پڑے مقتل
صلیب ودار سے آگے شہید کی سج دھج

عزیمت کے کرداروں کی تصویر اس شعر میں کھینچی گئی ہے عشق وفرزانگی کی راہوں کے مسافر کی منزلیں دار ورسن سے کہیں آگے ہیں، مسلک منصور کا ترجمان ہے، یہ شعر۔

ترے لبوں سے حسد تھا ہی ان گلابوں کو
اور اس پہ ہائے قیامت یہ شبنمی سج دھج

بہت خوبصورت شعر ہے، رومانیت اور تغزل کے رنگ سے معمور ہے۔

عجیب طرز ہے گفتار کا تری تابش
حسین تر تری باتوں سے ان کہی سج دھج

مقطع کا شعر بھی بہترین تخلیق ہوا ہے، جس میں شاعر نے تواضع اور انکساری کا اظہار کیا ہے حاصل یہ کہ مجموعی لحاظ سے تابش صاحب سخنوری کے اس میدان میں کامیاب ہیں ان کا کلام بھی ہر لحاظ سے خوبصورت اور معنی خیز ہے، ظاہری ہئیت کے اعتبار سے جمالیاتی کرنوں سے معمور ہے، خداوند عالم مزید ترقیات سے نوازے۔آمین

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔۔ گلشن

بیابانی گفتگو۔۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی

گلشنِ بیابانی ایک عمدہ شاعر ہیں، واردات قلب کے علاوہ زندگی کے ارد گرد جو سچائیاں بکھری ہوئی ہیں بڑے سلیقے سے انہیں وہ شعر کا جامہ پہناتے ہیں، ان کی شاعری میں برجستگی کے ساتھ رعنائی اور ساغر وساقی کے علاوہ حالات کی بھی ترجمانی پائی جاتی ہے اس لحاظ سے وہ اس عہد کے نمائندہ شاعر ہیں،، حالیہ طرحی مشاعرہ میں کہی گئی ان کی غزل ہمارے سامنے ہے جس کا مطلع یوں ہے

وزیر خبطی کا بے ہودہ جو خطاب ہوا
اسی سبب سے تو ماحول یہ خراب ہوا

حالات حاضرہ کے تناظر میں بہت عمدہ اور سچا شعر ہے، جس میں انھوں نے آمریت کے سفاکانہ کردار کو آئینے کی طرح نمایاں کیا ہے۔

گواہ میں ہی نہیں ہیں ستارے بھی شاہد
جمال یار سے شرمندہ ماہتاب ہوا

معنی خیز تضمین ہے، جس پر تغزل کا گہرا رنگ محسوس ہو رہا ہے تاہم پہلے مصرعے میں مزید حسن پیدا کرنے کی گنجائش ہے اسے یوں کہ سکتے ہیں فلک پہ تاروں کی یہ انجمن بھی شاہد ہے۔

جسے حروف تہجی سے بیر تھا کل تک
سنا ہے آج وہی صاحب کتاب ہوا

بڑا زبردست شعر ہے،، اقتدار کی جہالت کے پس منظر میں اس شعر کی مضمون آفرینی دوچند ہو گئی ہے وہ آئینے ہی کو جھوٹا قرار دینے لگا کہ اس کا چہرہ اصلی جو بے نقاب ہوا یہ شعر بھی گلستاں کے موجودہ مالی کے کرداروں کی تصویر کشی کر رہا ہے اور بڑے بے باکانہ انداز میں نفاق کے چہرے سے پردہ اٹھایا ہے۔

فساد خود ہی وہ کرتے کراتے ہیں لیکن
فسادیوں کا مرے نام انتساب ہوا

حکومت کے دہرے پیمانے اور اہل اقتدار کی سازشوں کو بڑی خوبی سے اس شعر میں اجاگر کیا گیاہے بہترین شعر ہے،۔ مقصدیت سے بھرپور ہے۔

کمائی ہاتھ سے کرنے کی بات کرتا ہے
اگرچہ اس کا مشینوں سے انتخاب ہوا

یہ شعر بھی اہل سیاست کی گندی سیاست اور ان کے قول و عمل میں تضادات کا ترجمان ہے،، سہل ممتنع میں اچھااور سچاشعر ہے۔

سفید جھوٹ وہ کہتا رہا نجانے کیوں
ہر ایک شخص اسے سن کے لاجواب ہوا

حاکم وقت کی دروغ گوئی اس کے پروپیگنڈوں اس کی کذب بیانی کا یہ شعر آئینہ دار ہے سفید جھوٹ کے باوجود لوگوں کی خاموشی اس لیے نہیں ہے، کہ انہیں یہ بات تسلیم ہے، بلکہ اس لیے ہے، کہ جھوٹ کے گلیاروں میں سچ کی آواز صدبصحرا کے مانند ہوتی ہے،اسی مضمون کواس میں سمیٹا گیاہے

عجب گھٹن سی ہے،اب تو فضائے گلشن میں
سکوں کا سانس بھی لینا یہاں عذاب ہوا

مقطع کا شعر بھی ملک کے سلگتے ماحول اور نفرت و تعصب سے مسموم فضا کا بہترین آئینہ دار ہے اور بڑی خوبصورتی سے انہوں نے لفظ تخلص کو اپنے مفہوم کے لئے استعمال کیاہے،۔۔ حاصل یہ کہ گلشن بیابانی کی پوری غزل معاشرے اور سماجی ناہمواریوں،اصحاب اقتدار کے متعصّبانہ رویوں کی عکاس ہے، سچے مفہوم پر مشتمل اس غزل پرانہیں بہت بہت مبارک باد

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔ محمد عارف قاسمی
گفتگو۔۔۔ شرف الدین عظیم الاعظمی

عصر حاضر میں اردو شاعری میں سخن وری کے حوالے سے ایک نمایاں نام محمد عارف صاحب کا بھی ہے،، وہ وسیع فکر، خوبصورت تخیل اور زبردست شعری صلاحیتوں کے مالک ہیں، یہ ان فنکاروں میں ہیں جنھوں نے جام وساغر اور حسن وعشق کی وادیوں سے نکل کر زندگی کے دشت میں سیاحی کی ہے، اور اپنے احساسات ومشاہدات کو شاعری کا موضوع بنایا ہے ان کے کلام میں برجستگی وسلاست کے ساتھ ساتھ مقصدیت کا عنصر ہر شعر میں نمایاں نظر آتا ہے،، ایک کامیاب شاعر کی علامت یہ ہے کہ وہ زندگی کی سچائیوں اور معاشرے کی ناہمواریوں پر گہری نظر رکھے اور انہیں شعری پیکر میں ڈھال کر دنیا کے سامنے اجاگر کرے، یہ صفت عارف صاحب کے یہاں بڑی توانائی کے ساتھ ہمیں ملتی ہے۔ زیر نظر کلام کا مطلع دیکھیں۔۔

سچ کہیں تو بیاں نہیں ہوتا
رقص بسمل کہاں نہیں ہوتا

اچھا مطلع ہے عام انسانی مزاج وطبیعت کی ترجمانی کی گئی ہے

گرچہ کرتا ہے آشنا غم سے
عشق شعلہ فشاں نہیں ہوتا

عشق کے مزاج کی بہترین عکاسی اس شعر میں کی گئی ہے عشق صادق اس آگ کی طرح ہوتا ہے جس میں دھواں نہیں ہوتا۔

عقل جتنی بھی کوششیں کرلے
دل گریز بتاں نہیں ہوتا

عقل وخرد کی دنیا جہاں ختم ہوتی ہے وہیں عشق وجنوں کا جہان شروع ہوتا

ہے،اس شعر میں اسی فلسفے کو بیان کیا گیا ہے

عشق پر تب شباب آتا ہے
حسن جب مہرباں نہیں ہوتا

بہت زبردست اور خوبصورت شعر ہے حسن و عشق کے کرداروں اور ان کی رعنائیوں کے اسباب کو بڑی خوبی سے اجاگر کیا گیا ہے

گر نہ کرتا وہ کاوش پیہم
کوہ کن جاوداں نہیں ہوتا

مضمون کے لحاظ سے عمدہ شعر ہے، جس میں جہد مسلسل اور اس کے نتائج کا ذکر ہے،۔ مگر لفظوں کی بندش بے کیف سی لگتی ہے،اس میں مزید حسن پیدا کرنے کی گنجائش ہے۔

جس میں ہو صدق نیتی شامل
کوہ عمل رائیگاں نہیں ہوتا

بہت پیارا شعر ہے، مضمون بالکل عام ہے، لیکن اہمیت کے لحاظ سے دائمی ہے، بہت برجستگی سے یہ فلسفہ نظم ہوا ہے،۔

اس کی یادوں کو اوڑھ لیتے ہیں
جب کوئی سائباں نہیں ہوتا

غزل کا رنگ لئے ہوئے خوبصورت شعر ہے،، سلاست بھی ہے اور سادگی میں معنیٰ آفرینی بھی ہے۔

عاشق نامراد ہو عارف
تم سے آہ و فغاں نہیں ہوتا

مقطع بھی بہترین ہے جس میں شاعر نے عشق کی ناکامیوں کا سبب حد سے زیادہ صبر یا اوروں کے سامنے درد کے اخفا کو قرار دیا ہے،، یہ ان کا ذاتی احساس ہے، جو کافی حد تک درست بھی ہے، مجموعی لحاظ سے عارف صاحب کی یہ غزل ظاہری و معنوی ہر لحاظ سے خوبصورت ہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔ شمس ذوالقرنین

گفتگو۔۔شرف الدین عظیم

اردو شاعری میں غزل کے روشن مستقبل کے امکانات کے لئے یہ بات کافی ہے، کہ نئی نسل اس گئے گذرے دور میں بھی بڑی تیزی سے اس کی طرف متوجہ ہو رہی ہے اور بڑے اہتمام سے اس کے عارض و گیسو کی تزئین میں مصروف عمل ہے،۔ شمس ذوالقرنین صاحب کا شمار انہیں افراد میں شمار ہے،۔ شمس صاحب کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے وہ اس کوچے میں اپنی جد و جہد اور لائق تحسین ریاضتوں کے ذریعے ارتقائی منزلوں کی طرف رواں دواں ہیں۔یقیناان کے تابناک مستقبل کے حوالے سے یہ خوش آئند بات ہے،حالیہ طرحی بزم میں ان کی تخلیق ہمارے سامنے ہے، جس کا مطلع یوں ہے۔

اس سے میں بدگماں نہیں ہوتا
وہ اگر بد زباں نہیں ہوتا

ظاہری ہیئت کے لحاظ سے مطلع ٹھیک ہے مگر مفہوم مضمون آفرینی سے محروم ہے، بد گمانی کا سبب اگر بدزبانی ہے، تو یہ خیال قابل ذکر نہیں ہے، ہونا یہ چاہیے کہ غلط کردار کے باوجود بد گمانی راہ نہ پائے۔۔

جو کسی کا زیاں نہیں کرتا
اس کا کوئی زیاں نہیں کرتا

ایک عام سا ناصحانہ مفہوم اور سادہ مضمون۔

اے مرے دل بتا ترے جیسا
کیوں کوئی رازداں نہیں ہوتا

اچھا شعر اچھا خیال، جس میں اپنے دل کی وسعت اور ظرف کی گہرائی کا

ذکر کیا گیا ہے

پھول ہر رنگ کے نہ ہوں جس میں
وہ کوئی گلستاں نہیں ہوتا۔۔۔۔۔

اچھا اور پیارا شعر، جس میں ملک کی مختلف تہذیبوں کے اجتماع کی اہمیت کو سمجھا جا سکتا ہے۔

اپنے ایمان کا کبھی سود
اومنوں کے یہاں نہیں ہوتا

یہ شعر بھی عمدہ ہے جس میں ایمان اور نفاق کی حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے

قدر ہوتی ہے سائباں کی تب
جب کہیں سائباں نہیں ہوتا

معنویت کے لحاظ سے بہترین شعر ہے، اچھا خیال پیش کیا گیا ہے مگر پہلا مصرع موسیقیت سے خالی ہے اسے یوں کہہ سکتے ہیں۔ قدر ہوتی ہے بوڑھے بر گد کی۔

اک ہمارے نہ ہونے سے یارو
گلستاں گلستاں نہیں ہوتا

ملک کے ماحول اور جلتی ہوئی فضا کے لحاظ سے یہ شعر معنیٰ خیز ہے،

ساتھ ہو گا یہ مجمع احباب
جب تلک امتحاں نہیں ہوتا

مفاد پرستی کے اس دور میں خود غرض کرداروں کو اس شعر میں نمایاں کیا گیا ہے وفاداریاں، محبتیں حقیقت میں آزمائشی دور میں ہی پہچانی جاتی ہیں اچھا خیال اور اہم مضمون ہے

اس فریبی کے جیسا کوئی بھی
دیش کا پاسباں نہیں ہوتا

آخری شعر میں مالی گلستاں کی منافقت اور اس کے دہرے کرداروں کو شعر کی صورت دی گئی ہے مگر پہلے مصرعے کے لحاظ سے دوسرے مصرعے کی فعل کے اعتبار سے ترکیب صحیح نہیں ہے اس میں مزید توجہ کی ضرورت ہے۔حاصل یہ کہ مجموعی لحاظ سے شمس صاحب کی یہ غزل عمدہ ہے، خدا کرے یہ سفر ارتقاءآشنا رہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔ شمس ذوالقرنین

تبصرہ۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی

فکر، تڑپ، جذبے، اور محنت وریاضت ترقی کے وہ زینے اور عظمتوں کی وہ بنیادیں ہیں جس پر عروج واقبال کی عمارتیں تعمیر ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ شمس صاحب کی زندگی میں یہ اوصاف خاصی مقدار میں موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں وقت کے ساتھ نکھار پیدا ہوتا جاتا ہے، وہ بڑے اہتمام سے بزم کی شعری نشست میں حصہ لیتے ہیں، اور موضوع کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو صرف کرکے شعری نشیمن تعمیر کرتے ہیں،، حالیہ طرحی مشاعرہ میں ان کی سخنوری کچھ اس طرح کی ہے،۔

ترسے ہے، ترا یار ترے پیار کے لئے
لب تو ذرا ہلا کبھی اقرار کے لئے

مطلع میں انھوں نے واردات قلب کی داستان بیان کی ہے، اور درد فرقت کا اظہار کیا ہے،، لیکن لفظوں کے انتخاب میں کمی رہ گئی جس کی وجہ سے شعر میں ظاہری حسن پیدا نہ ہوسکا۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے، سخنوری بڑی لطیف شے ہے، اس میں ذرا بھی ابتذال اور سوقیانہ پن مضمون کو شاعری سے نکال دیتا ہے نیز پہلے مصرعے میں ترا،، کی جگہ،، تیرا،، ہونا چاہیے تاکہ وزن درست ہوجائے۔

دل میں مرے جگہ نہیں غدار کے لئے
نفرت ہے، میرے دل میں طرف دار کے لئے

ثانی مطلع کی ظاہری شکل وہیئت درست ہے، مگر مضمون بالکل پامال ہے، غدار کے لئے اور جانب دار کے لئے دل میں جگہ نہ ہونا کوئی اہم کردار نہیں ہے، اس لیے یہ شعر ذہن کو نہ اپیل کرسکتا ہے نہ ہی یہ امر تعجب خیز ہے،، شعر میں جان اس

وقت پیدا ہوتی جب معاملہ بر عکس ہوتا اور دشمنوں کے کرداروں پر اخلاقی شبنم کی بارش ہوتی۔

دوزخ کا ہے،وجود گنہ گار کے لئے
جنت میں داخلے ہیں بس ابرار کے لئے

اچھا شعر ہے،اسلامی تعلیمات اور عقیدے کی ترجمانی سے مملو۔

مرنے کے ہوں قریب مری جان آ بھی جا
کافی ہے، اک جھلک ترے بیمار کے لئے

بہت عمدہ شعر ہے، عشق کی آگ پورے شباب پر نظر آرہی ہے، کہ معشوق کی ایک نظر دیوانے کے لئے زندگی کی ضمانت ہے۔

کیوں ذکر باپ کا نہیں ملتا ہے شعروں میں
کیا کیا نہ سہ چکا وہ پریوار کے لئے

والدین کی اہمیت وفضیلت پر مشتمل شعر ہے، مگر لفظی بندش کے فقد کی وجہ سے بات بن نہیں سکی اور یہ مضمون شعریت کے جامے سے محروم رہ گیا، پہلے مصرعے میں شعروں،، کی وجہ سے بحر سلامت نہیں ہے اسے ،، شعر ،، کہیں۔

سوتے ہیں کب دوانے ترے رات بھر صنم
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

رنگ تغزل میں ڈوبی ہوئی اچھی اور کامیاب تضمین ہے مفہوم واضح ہے

جب شعر تم سناؤ تو تشریح مت کرو
کافی ہے،اک اشارہ سمجھدار کے لئے

شاعر نے اس شعر میں اپنی صلاحیتوں اور خود اعتمادی کا اظہار کیا ہے کہ اہل شعور کو سخن کی تشریح کی حاجت نہیں ہوا کرتی۔

رکھتا نہیں ہوں روزے پہ کھاتا ہوں سحریاں
مسجد میں جاتا ہوں تو بس افطار کے لئے

خود غرض دنیا میں عبادتیں بھی مفادات کے حصار میں جنم لیتی ہیں اسی پست کردار کا اظہار کیا گیا ہے۔ پہلے مصرعے میں،،پہ،، کا لفظ مستعمل نہیں ہے

الفاظ ہی ضروری نہیں شعر میں اے شمس
خون جگر بھی چاہیے اشعار کے لئے

مقطع بہت خوبصورت خلق ہوا ہے، مضمون اور ساخت ہر لحاظ سے عمدہ ہے،اشعار کی حقیقت کو اجا گر کیا گیا ہے کہ شعر در حقیقت وہی شعر ہوتا ہے جس میں معنیٰ آفرینی ہو اسلوب میں بانکپن ہو۔۔حاصل یہ ہے کہ شمس کا کلام مجموعی لحاظ سے عمدہ ہے اس کوشش پر انہیں بہت مبارک باد

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔ محمد عارف قاسمی
گفتگو۔۔ شرف الدین عظیم اعظمی

اردو غزل کی تیز رفتار ترقی اور اس کی مقبولیت کا راز یہ ہے، کہ اس نے بادہ و ساغر اور حسن و عشق کے روایتی موضوعات کے حصار کو توڑ کر زندگی اور اس کے وسیع دشت و صحرا میں قدم رکھا، کائنات اور اس کی حقیقتوں کا ادراک کیا، فرد سے لیکر سماج اور عام انسانی کرداروں سے لیکر حکومت کے رویوں کا مشاہدہ کیا، اور آئینہ بن کر ان گنت متضاد کرداروں کو اُجاگر کیا، زندگی کے ارد گرد ماحول کی تصویر کشی کرنے والے اور انہیں اپنی شاعری کے پلیٹ فارم سے اجاگر کرنے والی نئی نسل میں ایک نام عارف صاحب کا بھی ہے، مقصدیت سے بھرپور شاعری اور سماجی ناہمواریوں کا اظہار جن کا نصب العین ہے،، حالیہ طرحی مشاعرہ میں کہی گئی ان کی غزل ہمارے سامنے ہے جس کا مطلع اس طرح ہے۔

کرتے ہیں لوگ نفرتیں بے کار کے لئے
یہ زندگی ملی ہے فقط پیار کے لئے

فلسفۂ اخلاق کی ترجمانی کے حوالے سے بہت عمدہ مطلع ہے،، کہ محبت ہی انسانیت کی معراج ہے،، اس کے بغیر آدمی اور کچھ ہو تو انسان نہیں ہے

دیتی ہے صبح وشام یہ پیغام زندگ
یمت رائیگاں کر مجھے آزار کے لئے

شعر کا پہلا مصرع بہت عمدہ ہے لیکن دوسرے مصرعے میں آزار کی ترکیب سمجھ نہ آسکی جس کی وجہ سے مفہوم واضح نہیں ہوسکا اس میں مزید توجہ کی ضرورت ہے،۔

ہوتی ہے دلخراش عداوت کے ساتھ یہ
بنتی ہے خوشگوار وضع دار کے لئے

س شعر میں ضمیر کا مرجع یقیناً زندگی ہے، مگر یہ بات مسلم ہے، کہ غزل کا ہر شعر مضمون کے اعتبار سے مستقل شعر ہوتا ہے اس لیے مرجع کا ذکر اصولاً ضروری تھا اس کی وجہ سے شعر میں نقص پیدا ہو گیا ہے

ثابت شدہ ہے بات عروج و زوال سے
رتے ہی رہو کیفر کردار کے لئے

مضمون کے لحاظ سے یقینا یہ شعر درست ہے مگر دوسرا مصرع بحر سے خارج ہے، اس میں مزید توجہ کی ضرورت ہے۔

بزم تصورات سے ہیں جب سے آشنا
کرتے ہیں بند آنکھوں کے دیدار کے لئے

بہترین اور خوبصورت تضمین۔ لطیف کنائے کے ذریعے اپنے تخیل کا اظہار کیا ہے شاعر نے۔

یک لخت جانے کیوں وہ شرربار ہوگئے
میں لب کشا ہوا ہی تھا اظہار کے لیے

عدم ایثار اور انا پرست کرداروں کے خلاف صدائے احتجاج کا اسلوب اس شعر میں نظر آ رہا ہے اچھا اور عمدہ شعر ہے۔

لیکن اشارے ہیں یہ سمجھدار کے لئے

یہ شعر بھی خوب ہے، شاعری کی خصوصیت کو بالکل سادے انداز میں نظم کر دیا گیا ہے اشارے کے لفظ کا تکرار فصاحت کو مجروح کر رہا ہے اسے یوں کہیں۔ مخصوص ہے مگر یہ سمجھدار کے لئے،

عارف لیا کرو نہ تغافل سے کام جب
بچارہ گری کا وقت ہو بیمار کے لئے

بہترین شعر جس میں انسانی ہمدردی اور اخوت کا ناصحانہ پیغام ہے، مجموعی لحاظ سے عارف صاحب کی یہ غزل عمدہ ہے اس خوبصورت کوشش پر انہیں مبارکباد

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔انظار اشہر
گفتگو۔۔شرف الدین عظیم الاعظمی

انسان فطرتاً جدت پسند ہے،، فطرت کے تمام مظاہر کے جلووں میں ارتقائی سفر اسی جدت طرازیوں کا کرشمہ ہے،، انسانی طبیعت اظہار بیان میں بھی نادر اسلوب کے ذریعے جدت طرازی کا نمونہ پیش کرتا ہے، دشت سخن میں بھی متعدد صنعت اور ہفت رنگ اقسام کے شجرہائے گل موجود ہیں، اسی میں ایک صنف، کلام میں کثرتِ گرہ بھی ہے، گو کہ یہ صنف شعرا کے درمیان رائج وشائع نہیں ہے مگر اس میں کلام نہیں ہے کہ یہ تخیل کی بلند پروازی، اور فکر کی گہرائی اور سخنوری کے کمال کا نادر استعارہ ہے۔

انظار اشہر صاحب اس عہد کے بہترین نمائندہ شاعر ہیں، ان کے یہاں تخیل میں وسعت بھی ہے اور فکر میں تعمق بھی، مشاہدات کی باریک بینی بھی، اور تجربات سے سود مند نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت بھی، انھوں نے حالیہ مصرع طرح پر اسی مشکل صنف کا انتخاب کیا ہے اور اس مرحلے میں وہ کامیاب بھی نظر آتے ہیں، یہ ان کی موزوں طبیعت اور سخنوری پر قدرت کی روشن دلیل ہے،، غزل کا مطلع اس طرح ہے،۔

خرچ کرنے سے پہلے کمائی کرے
آدمی سوچ کر لب کشائی کرے

اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ بولنے سے پہلے انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ شعور کا سرمایہ جمع کرے، جس طرح انفاق سے پہلے اکتساب ناگزیر ہے،۔۔شعر اچھا ہے، مگر لب کشائی کے لئے انفاق سے تشبیہ بہت دور کی کوڑی ہے، اس کے لئے ایسی تشبیہ ہونی چاہیئے جس کا ربط بالکل نمایاں ہو۔

بات نشتر بھی ہے بات مرہم بھی ہے
آدمی سوچ کر لب کشائی کرے

بہت زبردست گرہ ہے اور سلاست وبرجستگی سے معمور ہے، سادہ اور عام لفظوں میں بڑے سلیقے سے مضمون پیدا کیا گیا ہے

جا بجا دم بدم دوبدو گفتگو
آدمی سوچ کر لب کشائی کرے

کہتے ہیں زیادہ گفتگو اور بے مقصد طبیعت کے زیر اثر کلام کی کثرت انسان کے وزن کو ختم کر دیتی ہے اس تضمین میں اسی فلسفے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اب کہاں پہلے جیسے وہ حالات ہیں
آدمی سوچ کر لب کشائی کرے

یہ شعر بھی عمدہ ہے،،لائق تحسین ہے،ماحول ومزاج کے لحاظ سے گفتگو مؤثر ہوتی ہے اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

لہجہ معراج تاثیر الفاظ ہے،
آدمی سوچ کر لب کشائی کرے

واہ کمال کی تضمین ہے،موسیقیت اور شعریت سے بھرپور شعر ہے،، معنیٰ آفرینی بھی پوری شان سے نظر آرہی ہے۔

آج ہے،حاکم وقت کا امتحاں
چاہے خدمت کرے یا خدائی کرے

یہ شعر بھی بامعنی اور ظاہری ساخت وہیئت کے لحاظ سے خوبصورت ہے،، خدمت کی مناسبت سے خدائی کے لفظ نے شعر میں جان ڈال دی ہے،۔

بعد پچھتا کے اشہر نہیں فائدہ
آدمی سوچ کر لب کشائی کرے

مقطع کا شعر بھی ظاہری ساخت کے حوالے سے عمدہ ہے حالانکہ مضمون میں ندرت خیال نہیں ہے،ہاں فنی چابکدستی سے انہوں نے مصرع طرح کی تضمین میں تشریح و وضاحت کر دی ہے،،یہ بھی شاعری کا کمال ہی ہے،،پوری غزل کا ماحصل یہ ہے،ہر لحاظ سے شاعر اپنے خیالات واحساسات کو شعری جامہ پہنانے میں کامیاب ہے،

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔سید مظفر حسین فدائی
گفتگو۔۔شرف الدین عظیم قاسمی

شاعری میں نعتیہ صنف جس قدر لطیف، جس قدر پاکیزہ اور جتنی مقدس ہے،اسی قدر یہ مشکل اور دشوار بھی ہے، وہ تخیلات انتہائی سعادت مند ہیں جن میں مدح رسول اکرم کی کرنیں ستاروں کی طرح جگمگاتی ہوں،وہ قلب واحساسات کے سمندر نہایت پاکیزہ ہیں جس میں توصیف محسن انسانیت کی لہریں مچل رہی ہوں۔۔یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں شعرانے اس مشکل دشوار گزار راہوں میں آبلہ پائی کی ہے،اور حزم واحتیاط کے ساتھ اپنے عشق کا اظہار کیا ہے

س عہد کے باذوق شاعر سید مظفر حسین نے بھی اس کوچے میں قدم رکھ کر اپنے پاکیزہ احساسات کو شعری پیکر میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے اور کہنا چاہیے کہ وہ کافی حد تک اس میں کامیاب بھی ہیں۔۔ان کے نعتیہ کلام کا مطلع ملاحظہ ہو۔۔

اس کی قسمت یقینا بھلائی کرے
جو مدینے میں جاکر گدائی کرے

اچھا مطلع اور عمدہ اظہار خیال ہے،شاہ امم کے دربار کی گدائی درحقیقت قیمتوں متاع ہے

جب ستائیں زمانے کے رنج والم
سمت طیبہ مرا دل رسائی کرے

یہ شعر بھی عمدہ ہے جس میں آپ کی مسیحائی اورآپ کے کرم کی طرف نگاہیں مصائب دوراں کی وجہ سے اٹھ جاتی ہیں،شاعرنے اپنے احساسات کی ترجمانی کی ہے۔

سبز گنبد تصور میں آجائے جب
حسرت دید مجھ پہ خدائی کرے

آپ کی زیارت کے لئے دل میں ارمانوں کی لہریں اس وقت موجزن ہو جاتی ہیں جب گنبد خضرا خیالوں میں آتا ہے،، شاعر نے اس خوبصورت کیفیت کو شعری جامہ پہنایا ہے،

مصطفیٰ جان رحمت سلام سلام
مزخم دل کی صدا یہ سلائی کرے

سلام عقیدت اور نذرانہ محبت کا یہ مضمون درحقیقت صحیح طریقے سے ادا نہیں ہو پایا ہے ضرورت ہے، کہ اس پر مزید توجہ کی جائے، لفظ سلائی کا استعمال اور اس کا جملے سے ربط سمجھ میں نہیں آسکا۔

یارسول خدا لو خدارا بچا
نفس سرکش بہت ہی لڑائی کرے

نفس کی سرکشی اور بغاوت جو عشق خدا ورسول کے گلشنوں میں خزاں لاتی ہے، اس سے حفاظت کے لئے استغاثہ کیا گیا ہے، لیکن پہلے مصرعے میں لفظوں کا انتخاب اور ترکیب روانی سے خالی ہے اس میں بھی مزید حسن پیدا کرنے کی گنجائش ہے۔

کاش چمکے نصیبہ مرے ہاتھ کا
مسجد مصطفیٰ میں صفائی کرے

مضمون بہت ہی عمدہ ہے مگر یہاں صفائی کا فاعل موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے سقم پیدا ہو گیا ہے۔

شان سرکار اعلی ہے، بعد خدا
ادمی سوچ کر لب کشائی کرے

تضمین بہت عمدہ ہے، ماشاءاللہ

حال عشقی پہ آقا ہو چشم کرم
مدرد دل روز ہائے چڑھائی کرے

مقطع کا شعر بھی خوب صورت ہے، حاصل یہ ہے مجموعی لحاظ سے مظفر صاحب کی یہ نعت عمدہ اور بہترین ہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔شاداب انجم
تبصرہ۔۔شرف الدین عظیم الاعظمی

شاداب انجم صاحب عمدہ خیالات کے حامل اور پاکیزہ ذوق و عمدہ ادبی صلاحیتوں کے مالک شاعر ہیں،ان کے کلام میں معنیٰ آفرینی بھی ملتی ہے اور ظاہری ساخت بھی عموماعمدہ پائی جاتی ہے حالیہ طرحی مشاعرہ بزم شمع فروزاں میں کہی گئی ان کی مکمل غزل کا مطلع اس طرح ہے۔

یوں نہ شام وسحر خود ستائی کرے
رہنما سے کہو رہنمائی کرے

ملت کے رہنماؤں کی روش پر کڑی تنقید اس شعر میں کی گئی ہے لیکن موسیقیت سے خالی ہے،اس میں مزید شعری حسن پیدا کرنے کی ضرورت ہے دوسرے مصرعے کو اس طرح کہ دیں تو حسن پیدا ہو جائے،، کہ دو رہبر سے اب رہنمائی کرے۔

مجھ کو امید ہے اس کی ہی ذات سے
بس وہی میری حاجت روائی کرے

وحدانیت کے مضمون پر مشتمل عمدہ شعر ہے،،دنیا سے بے نیازی اور مالک حقیقی پر توکل ایمان کا بنیادی سرمایہ ہے،جسے شاعر نے ذکر کیا ہے۔۔لیکن پہلے مصرعے میں روانی نہیں ہے اسے یوں کہیں۔مجھکو رب علی سے ہی امید ہے۔

کوئی بیجا لٹاتا رہے مال و زر
اور اکٹھا کوئی پائی پائی کرے

اچھا شعر ہے، سماجی ناہمواریوں اور معاشی عدم توازن کو بے باکانہ انداز میں آئینہ دکھایا ہے۔

صرف کمزور پر ڈھا رہے ہیں ستم
کوئی ہم سے بھی زور آزمائی کرے

طبقاتی کشمکش اور ظلم وناانصافی کے خلاف یہ شعر صدائے احتجاج ہے، جسے اپنی ذات کے حوالے سے شاعر نے پوری قوت سے بلند کیا ہے،۔

جب تھی درکار بارش وہ برسے نہیں
بادلوں پر کوئی کارروائی کرے

دنیا کا یہ مزاج کہ وہ انہیں کو خاطر میں لاتی ہے، جو ہر لحاظ سے مضبوط اور مادی ترقی میں نمایاں ہوتے ہیں اس شعر میں اسی فلسفے کو بیان کیا گیا ہے۔

جو بھی الفت کی دنیا میں رکھے قدم
اس کو بدنام انجم خدائی کرے

محبتوں اور اس کے علمبرداروں کی مخالفت دنیا کی ریت رہی ہے، صحرائے محبت کے مسافروں پر چھینٹہ کشی میں وہ بھی ہوتے ہیں جو گمنام ہیں اور وہ بھی جو معاشرے میں نمایاں اور صاحب اثر ہوتے ہیں، خدائی سے اسی اشرافیہ طبقے کی طرف اشارہ ہے،۔اچھا اور عمدہ شعر ہے، حاصل یہ کہ شاداب صاحب نے معاشرے کے کرداروں میں جو کچھ محسوس کیا ہے انہیں بے لاگ اسلوب میں نظم کر دیا ہے، اور اس کوشش میں وہ کامیاب بھی ہیں۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔عارف قاسمی الاعظمی

شرف الدین عظیم الاعظمی

اردو شاعری میں اور جہاں اصناف سخن نے ارتقاء کے مدارج طے کئے ہیں، وہیں نعتیہ شاعری کی صنف نے بھی مقبولیت کا مقام حاصل کرکے اردو شاعری کی جہت میں وسعت عطا کی ہے،، بلکہ صحیح بات یہ کہ اس صنف نے نسبتاً تیز رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں۔ ہر چند یہ وادی انتہائی پر خار ہے، لیکن باوجود ہر دور کے شعرا نے اس کوچے میں اس لیے قدم رکھا اور اس پر خطر راہ کا اس لیے انتخاب کیا کہ اس دشت لامحدود میں داخل ہونے کے بعد الفاظ وحروف مقدس اور فن معتبر ہو جایا کرتے ہیں، تخیلات کی وادیاں معطر اور وجود سعادتوں کی رم

جھم پھواروں سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ مولانا عارف صاحب نے بھی ثنائے محسن کائنات میں قدم رکھا ہے،اور بڑے سلیقے سے حضور انور کی مدح میں اپنی صلاحیتوں کی نذر پیش کی ہے،۔احساسات کی پاکیزگی اور تخیل کی شفافیت اور انہیں سلیقے سے شعری پیراہن کی صورت دینے کے حوالے سے ہم کہ سکتے ہیں کہ عارف صاحب اپنی اس کوشش میں مکمل کامیاب ہیں ان کی نعت کا مطلع ملاحظہ فرمائیں۔

دنیائے کشت و خون پہ احسان کر گیا
وہ آکے ہم سبھی کو مسلمان کر گیا

مطلع اچھا ہے لیکن لفظوں کے انتخاب میں جمالیاتی وصف محسوس نہیں ہو رہا ہے خاص طور پر دوسرے مصرعے میں،اس میں مزید حسن پیدا کرنے کی گنجائش ہے۔

اس پر قلم اٹھاؤں میں میری بساط کیا
گلیوں کو جو گذر کے عطر دان کر گیا

بہت خوبصورت شعر ہے،یہ امر واقعہ ہے، کہ اس دربار میں نطق کی ساری کائنات

بے زبان ہو جاتی ہے، شاعر نے اسی عاجزی کا بڑی ہنر مندانہ انداز میں اظہار کیا ہے۔

قائم اسی کے دم سے ہے یہ نیلگوں فضا
شمس و قمر نجوم کو ذیشان کر گیا

آپ کی ذات باعث خلق کائنات ہے، اس تصور کو یہاں پیش کیا گیا ہے فنی اعتبار سے پہلے مصرعے میں،، اسی کے دم سے ہے،، موصول ہے، دوسرے مصرعے میں،، جو،، کے ذریعے اس کا صلہ آنا چاہیے تھا۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے،، جو شمس ماہ و نجم کو ذیشان کر گیا۔

دعوے ابو جہل کے سبھی ہوگیے عبث
دو ٹکڑے چاند کرکے وہ حیران کر گیا

اچھا اور عمدہ شعر ہے، جس میں مشہور معجزے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

مکہ کی وادیوں سے لگا کر صدائے حق
قائم جہاں میں عدل کا میزان کر گیا

یہ شعر بھی عمدہ ہے، اور آپ کی عالمگیر دعوتی خدمات پر خراج عقیدت ہے،، پہلے مصرعے میں اگر مکہ کی وادیوں کے بجائے،، فاراں کی چوٹیوں،، کہیں تو مزید حسن پیدا ہو جائے۔

عارف قلم کسی کا نہ لکھ پایا اب تلک
جیسی ثنا حضور کی حسان کر گیا

بہت عمدہ اور سچا شعر ہے،، یہ امر واقعہ ہے، کہ حضرت حسان کی شاعری نعتیہ جہاں کی روح ہے،، اس مضمون کو بڑے سلیقے سے شاعر نے مقطع میں ڈھالا ہے، حاصل یہ ہے کہ عارف کا یہ نعتیہ کلام ہر لحاظ سے خوبصورت ہے،، جس پر انہیں بہت بہت مبارک باد

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔ہاجرہ نکہت صاحبہ
گفتگو۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

محترمہ ہاجرہ نکہت صاحبہ شفاف فکر و نظر اور سلیم ذوق و خیال کی شاعرہ ہیں، شاعری کا تعلق اکتساب کے مقابلے میں خداداد یقیناً ہے، لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اسے پروان چڑھانے میں اکتساب کے سرمایہ کا ہر قدم پر دخل ہے، ریاضت اور مزاولت ہی انسان کو بلندیوں پر لے جاتی ہے، محترمہ کی غزل اور ان کی تخلیقات کو دیکھ کر یہ بات برملا کہی جاسکتی ہے کہ انھوں نے مکمل انہاک اور ریاضت کے ذریعے ترقی کی کئی منزلوں کو طے کیا ہے،۔آیئے ان کے حالیہ کلام پر نظر ڈالتے ہیں، مطلع اس طرح ہے،۔

بچھڑا کچھ اس طرح سے کہ حیران کر گیا
اک شخص میری ذات کو ویران کر گیا

تغزل کے جہانوں کو سمیٹے ہوئے عمدہ مطلع ہے،، جس میں محبوب کی بیزاری اور اس کے روئے کے نتیجے میں زخم زخم احساسات کو شعری پیکر میں ڈھالا گیا ہے حالات زندگی مری وہ جان کر گیار خصت ہوا تو بات مری مان کر گیار نگ تغزل میں ڈوبی ہوئی اچھی تضمین ہے، لیکن پہلے مصرعے میں سلاست نہیں ہے اسے مزید تخیل کی آنچ درکار ہے۔دوسرے پہلے مصرعے میں مفہوم ابہام کے پردے میں چھپ گیا ہے۔

آپس میں انسیت کا جو سامان کر گیا
دنیا نہ کرسکی تھی وہ قرآن کر گیا

قرآن کی عظمت اور اس کی جامعیت نیز اس کی انسانیت سازی سے متعلق

عمدہ مضمون کو اس حسن مطلع میں باندھا گیا ہے اس لحاظ سے واقعی یہ حسن مطلع ہے،۔

اتنا سخی تھا شخص وہ اس سارے شہر میں
غم سارے میرے نام پہ جو دان کر گیا

رنگ تغزل میں ڈوبا ہوا بہت پیارا شعر ہے، غم کے تحفے کو سخاوت سے تعبیر کرنے کی بہت خوبصورت اور کامیاب کوشش ہے، لیکن پہلے مصرعے میں یہاں بھی روانی کی کمی ہے۔

آسان راستے نہ تھے منزل بھی دور تھی
رستہ دکھا کے مجھ پہ وہ احسان کر گیا

زندگی کی کٹھن راہوں میں ساتھ نہ چل کر ابتدا ہی میں رہنمائی کر کے ساتھ چھوڑ دینا حقیقت میں بے وفائی ہے، لیکن اسی بے وفائی پر لفظ احسان کے ذریعے طنز نے شعر میں جان پیدا کر دی ہے، اچھا مضمون اور عمدہ خیال پیش کیا ہے شاعر نے۔

دل میں بسا کے پھر سے پرانی وہ چاہتیں
جینے کا میرے واسطے سامان کر گیا

یہ شعر بھی بہت عمدہ ہے،، تغزل سے بھرپور ہے،، محبوب کی اجنبیت اس کی بے وفائی پر بڑے سلیقے سے طنز کیا گیا ہے

راہ وفا میں اس کو جو منزل نہ مل سکی
جانے وہ اپنے دل میں کیا پھر ٹھان کر گیا

پہلا مصرع ظاہری ساخت اور باطنی جمال کے لحاظ سے بہت خوبصورت ہے مگر دوسرا بحر سے خارج ہو گیا ہے، لفظ،، کیا،، کا الف ساقط ہو رہا ہے دوسرے مصرعے سے مضمون کے اعتبار سے ربط بھی نہیں ہے، اس میں مزید عرق ریزی کی ضرورت ہے۔

ہر گل کو دور رکھنا ہے، اب تو پتنگوں سے
گلشن کا ایسا فیصلہ نادان کر گیا

حالات حاضرہ کے تناظر میں اصحاب اقتدار کے غیر منصفانہ رویئے پر ایک

شکوہ ہے،اور اچھا مضمون ہے مگر، گل کی ترکیب پتنگوں سے درست نہیں ہے، یہاں عنادل یا عندلیب یا بھونروں تتلیوں کا ذکر ہونا چاہیے۔

نکہت نہ کھل سکا ہے، کوئی جس سے باغ گل
کیوں سینہ اپنا شان سے وہ تان کر گیا

مقطع کا شعر بھی حالات حاضرہ کا عکاس ہے جس میں ظلم وسفا کیت کا بازار گرم کرنے کے باوجود قاتل کی بے حسی کی طرف اشارہ ہے،،اچھا خیال اور عمدہ مضمون۔۔حاصل یہ ہے کہ نکہت صاحبہ نے شاعری کے حوالے سے ایک اچھی کامیاب کوشش کی ہے،خدا کرے یہ کامیابی کی راہوں پر گامزن رہے۔۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔ منتظم رونق آبادی
تبصرہ۔۔۔شرف الدین عظیم الاعظمی

موجودہ عہد میں غزل عارض و گیسو کے محدود سے حصار سے نکل کر لا محدود دشت کی صورت اختیار کر چکی ہے،، جس میں ہر قسم کے اشجار اور ہر رنگ کے پھولوں کا ایک جہاں آباد ہے، اس لحاظ سے غزل ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ملک و قوم اور سماجی ناہمواریوں کی تمام تصویروں کو دیکھا جا سکتا ہے، منتظم رونق آبادی صاحب ایک درد مند اور شفاف فکر کے شاعر ہیں، انھوں نے ماحول کی عکاسی اور سلگتے حالات کی ترجمانی کے لئے اسی غزل کو وسیلہ بنایا ہے، اور اپنے احساسات کو نظم کرنے میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہیں، ان کی غزل کا مطلع اس طرح ہے۔

نمرود وقت ملک کو شمشان کر گیا
مکار ہم کو ہند کا مہمان کر گیا

عصر حاضر میں اقتدار نے ایک کمیونٹی کے خلاف انتہاپسندی کا ثبوت پیش کیا ہے اس کے خلاف کھل کر اس شعر میں آواز بلند کی گئی ہے۔ مہمان کا کنایہ خوب ہے۔

چنگاریاں سمیٹ کے شعلوں کے روپ میں
ظالم تو جیسے جنگ کا میدان کر گیا

یہ شعر بھی اہل سیاست اور حکومت کے دہرے پیمانے اور ان کے منافرانہ کرداروں کے لئے مثل آئینہ ہے۔

بس ایک پل میں ہی مجھے انجان کر گیا
کچھ بھول اس طرح سے وہ نادان کر گیا

یہ شعر مفہوم کے لحاظ سے مبہم ہے لفظی ساخت کے حوالے سے بھی سلاست سے محروم ہے، ضرورت ہے کہ مزید توجہ کی جائے۔

آتنگ واد کی یہ تو زندہ مثال ہے
چنگیز دلی شہر کو ویران کر گیا

موجودہ آمریت کے داغدار اور سفاک چہرے کی نقاب کشائی کرتا ہوا عمدہ شعر۔

جس کو تمام عمر رہا مجھ سے اختلاف
وقت اجل وہ بات مری مان کر گیا

ظاہری ہیئت و ساخت کے لحاظ سے عمدہ ہے مگر مضمون میں کوئی ندرت نہیں ہے،اس تعلق سے مزید کوشش کی ضرورت ہے۔

دنیا کا کوئی دیش جسے سر نہ کرسکا
ششدر ہیں سب کہ کام وہ افغان کر گیا

دور حاضر میں ایک سپر پاور اور ایک تمام وسائل سے تہی دست قوم کی جانبازیوں اور ان فتوحات کے تناظر میں یہ شعر تخلیق کیا گیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دوسرے مصرعے میں مضمون اچھی طرح سے ادا نہیں ہو پایا ہے۔

جیتے ہیں زیست کیسے یہاں لوگ منتظم
مجھ کو تو ایک لمحہ ہی ہلکان کر گیا

مقطع میں جینے،،کے ساتھ زیست کی ترکیب درست نہیں ہے یہاں زندگی ہونا چاہیے یا زیست اگر استعمال کرنا ہے، تو فعل کے بغیر بطور مصدر کریں، یا زیست کریں،، ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی قلیل الاستعمال ہے، مجموعی لحاظ سے منتظم صاحب کی کوشش عمدہ رہی اس تخلیق پر انہیں مبارکباد۔

شرف الدین عظیم الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔ شمس ذوالقرنین

تبصرہ۔۔شرف الدین عظیم الاعظمی

بزم شمع فروزاں کی شعری نشست میں جن ادب نواز اور باذوق افراد نے اپنے فنکارانہ اظہار خیال کے ذریعے اس کی روشنی کی وسعت میں اضافہ کیا ہے،اور ہنوز ان کا یہ ادبی سلسلہ جاری ہے،ان میں ایک نمایاں نام شمس ذوالقرنین کا بھی ہے،موصوف ایک باذوق اور اچھی فکر کے حامل شخص ہیں،ان کی حالیہ غزل ہمارے سامنے ہے جس کا مطلع کچھ یوں ہے۔

میری قسمت کا ستارہ تو درخشاں نکلا
مجھ سے ملنے کو مرا یار پریشاں نکلا

رنگ تغزل سے مرصع مطلع ہے،جس میں شاعر نے محبوب کی بے قراری کو اور اس کی طرف سے وصل کے اظہار کو اپنی خوش قسمتی قرار دیا ہے،لیکن حقیقت یہ ہے کہ مضمون میں کسی قسم کی ندرت نہیں ہے،اور نہ ہی اس میں دل کی کشش کا کوئی سامان۔عشق و دیوانگی کی معراج فراق ہے،،جہاں وصل کی منزل قدموں میں ہو وہیں سے یہ داستان بھی ختم اور بے کیف ہو جاتی ہے،۔

لوگ پتھر کو بھی بھگوان بنا دیتے ہیں
جس نے دنیا کو بنایا مرا یزداں نکلا

اس شعر میں وحدانیت اور خداوند عالم کی خلاقیت اور انسان کی بے شعوری کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اچھا اور عمدہ ہے۔

خوب دنیا سے لگایا گیا جی کو اپنے
عشق تیرا ہی مگر درد کا درماں نکلا

عشق کی طاقت اور زندگی پر اس کے گہرے اثر کی تشریح کی گئی ہے،دنیا

کی کسی چیز میں ایک عاشق کے لئے تسکین کا سامان نہیں ہے سوائے اس درد کے جو اس کے نہاں خانے میں فروزاں رہتا ہے،، پہلے مصرعے میں سلاست اور موسیقیت کی کمی محسوس ہو رہی ہے اس میں مزید توجہ کی ضرورت ہے۔

کیوں نہ گلشن کے اجڑنے کا کروں میں ماتم
ک لٹیرا مرے گلشن کا نگہباں نکلا

حالات کی عکاسی کرتا ہوا بہترین شعر ہے،، کہ گلشن کی تباہی کے لئے یہ بات کافی ہے، کہ لٹیرا اس کا ناظم و نگہبان بن جائے، دوسرے مصرعے میں لٹیرا کی جگہ رہزن کردیں تو سلاست پیدا ہو جائے گی۔

مسئلہ کوئی نہیں جس کا کوئی حل نہ ملا
ایک اک مسئلے کا حل یہی قرآں نکلا

قران کی جامعیت پر اس کی وسعت پر اچھا شعر ہے، لیکن شعریت نہیں ہے دونوں مصرعوں میں جمال پیدا کرنے کی گنجائش ہے۔

رہبر ملک جسے ہم نے بنایا یارو
وہ ہی سب سے غدار گلستاں نکلا

صداقت و سچائی کو بڑے بے باکانہ انداز میں شاعر نے نظم کیا ملک کے ماحول کے تناظر میں عمدہ شعر ہے۔

آگ دلی میں لگی جنکے اشاروں میں شمس
ان کی نظروں میں گنہگار مسلماں نکلا

مقطع کا شعر بھی سلگتے ہوئے ماحول کے نتیجے میں زخم زخم احساسات کا اظہار ہے، اورانہوں نے اچھی تصویر کشی کی کوشش کی ہے لیکن پہلے مصرعے میں وزن کی کمی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مجموعی لحاظ سے شمس صاحب نے اچھی اور لائق تحسین کوشش کی ہے سو اس کاوش پر انہیں مبارکباد۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔شاداب انجم
گفتگو۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

بزم شمع فروزاں کی طرحی نشست میں شاداب انجم صاحب کی اہتمام سے شرکت،اور ان کی تخلیقات نے اس کی روشنی میں قابل قدر اضافہ کیا ہے،۔۔شاداب صاحب خوش فکر اور عمدہ ذوق کے مالک ہیں،حالیہ طرحی مشاعرے میں ان کی طرف سے پیش کی گئی غزل کا مطلع ملاحظہ فرمائیں۔

پیالہ عشق سے پھر درد کا طوفاں نکلا
اور دبے پاؤں شب وصل کا ارماں نکلا

رومانیت کا رنگ لئے ہوئے غزل کے اس مطلع میں مضمون کی وضاحت جس طرح ہونی چاہیے تھی نہ ہوسکی،پہلے مصرعے سے دوسرے کا ربط نہیں ہوسکا ہے،،پہلے مصرعے میں توجہ کی ضرورت ہے دوسرا مصرع ظاہری ساخت کے حوالے سے بہت زبردست ہے۔

کون ہے،جس کو ہے،روحانی محبت کی طلب
یاں تو ہر ایک بشر جسم کا خواہاں نکلا

ہوس پرستی اور خود غرضی پر مبنی کرداروں کی اس شعر میں تصویر کشی کی کوشش کی گئی ہے شاعر کافی حد تک کامیاب ہے، مگر پہلے مصرعے میں شعریت بالکل نہیں ہے،۔ہے کے لفظ کا تکرار لفظی ساخت کو مجروح کر رہاہے۔

کیا عجب شہر ہے،شاداں ہے، جسے غم ہے،،بہت
جس کے ہونٹوں پہ ہنسی ہے،وہ ہراساں نکلا

معاشرے میں پھیلی ہوئی بے بسی، مفلوک الحالی،اور تنگ دستی کی فضامیں مصنوعی مسکراہٹوں،اور سسکتی زندگی کے ظاہری حسن کو شاعر نے نمایاں کرنے کی کوشش ہے،،اور اصحاب اقتدار کے غلط رویوں کے باعث عام افراد کے دلوں میں چھپے زخم کو آشکار کیا ہے،۔فنی اعتبار سے پہلے مصرعے میں سلاست ورعنائی مفقود ہے ہے کا تکرار یہاں بھی

شعر کو پامال کر رہا ہے اسے یوں کہ سکتے ہیں،، یہ عجب شہر ہے خوشیوں کی فضا ہے لیکن:

کھیت جل جائیں گے اور اگلے گی دھرتی شعلے
بے وفا اب کہ اگر موسم باراں نکلا

شاعر نے اس شعر میں اہل اقتدار کو بھی مخاطب کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ تمہارے سفاکانہ رویئے سے یہ زمین شعلوں کی زد میں آجائے گی۔اور خاص محبوب کی طرف بھی روئے سخن ہو سکتا ہے، یہاں اس کی بے وفائی دلوں کی دنیا میں آتش غم کی قیامت پیدا کر سکتی ہے۔

احتجاج آج بھی جاری ہے حکومت کے خلاف
آگے مردوں سے مگر طبقہ نسواں نکلا

حالات حاضرہ کے تناظر میں بہت سچا اور عمدہ شعر جس میں خواتین کی شجاعت کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

سامنے آگئے ماضی کی کتابوں کے ورق
ذکر کل آپ کا جب گفت کے دوراں نکلا

شعر کا پہلا مصرع تو عمدہ ہے مگر دوسرے مصرعے میں سلاست و شعریت پیدا نہ ہو سکی گفت کے دوراں ،، نامانوس ترکیب ہے،، اس میں مزید توجہ کی ضرورت ہے۔

پاتلے روندے گئے کتنے ہی مفلس انجم
کوچہ شہر سے جب لشکر شاہاں نکلا

مقطع کا شعر بھی عمدہ ہے، جس میں آمریت کی صورت گری کرکے اس کے امتیازی اور خدائی کرداروں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ مجموعی لحاظ سے شاداب صاحب کی یہ غزل ٹھیک ہے لیکن ماضی کی طرح اس میں بانکپن نظر نہیں آیا ایسا لگتا ہے بہت عجلت میں اس کلام کو لکھا گیا ہے،، امید ہے کہ انہماک واہتمام نیز وقت وذہن اور تخیل و شعور کو مناسب لمحے عطا کرکے آئندہ فن کے ساتھ انصاف کریں گے رب کریم ہر گام پہ ارتقاء کی منزلوں سے آشنا کرے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔نوشاد اشہر
گفتگو۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

ایک سچی اور بامقصد شاعری جہاں قلب کی واردات،اندرون ذات کا عکس، جذبات واحساسات اور مشاہدات کے اظہار کا ذریعہ ہوتی ہے،۔۔وہیں یہ صنف عہد اور سماج کا بے داغ اور شفاف آئینہ بھی ہوتی ہے، جس میں انسانی معاشرے،فرد کے رویئے، مخصوص طبقات کے انسانیت سوز مناظر کی تصویریں بڑی آسانی سے دیکھی جاسکتی ہیں،ایک سچے اور اپنے فن کے ساتھ انصاف کا جذبہ رکھنے والے شاعر کی یہ خصوصیت ہوتی ہے، کہ وہ اپنے مخصوص انداز،منفرد اسلوب میں انتہائی بے باکانہ لہجے میں اپنے عہد کی حقیقتوں کی صورت گری کرتا ہے،وہ جو کچھ اپنی ذات کے ارد گرد دیکھتا ہے،اسے فن کے حوالے لفظوں کی صورت میں آشکارا کردیتا ہے،،وہ طے شدہ نظریات کی روشنی میں کائنات میں بکھری ہوئی سچائیوں کا انتخاب نہیں کرتا بلکہ انسانی زندگی سے وابستہ تمام مسائل اس کی شاعری کا موضوع ہوا کرتے ہیں ،وہ زندگی کو خانوں میں تقسیم کئے بغیر انسانیت کی مجموعی صورت حال اس کی خارجی اور داخلی کشمکش، پست جذبات کے زیرِ اثر اناپرستی خود غرضی،اورذاتی مفادات ومنافقت کو اپنے فن کا عنوان بنا کر اپنے ضمیر کے علاوہ قوم ملک اور انسانیت کے ساتھ بھی انصاف کرتا ہے۔

محترم نوشاد اشہر صاحب کا شمار انہیں شعرا اور فنکاروں میں ہیں جو اپنے عہد کے، نئی نسلوں کے ترجمان ہوتے ہیں ان کا تخیل بہت بلند، فکر انتہائی عمیق، نظر دور رس اور شعری استعداد سمندر کی طرح گہری ہے،،وہ غیر معمولی واقعات کو اپنے فن کی قوت اور شعور کی پختگی کے ذریعے اس طرح نمایاں کرتے ہیں کہ ان کی تمام خوبیاں اور خمیاں منظر عام پر آجاتی ہیں۔فنی لحاظ سے ان کی غزلیں بڑی سلیس

رواں، اور جمالیاتی اُسلوب وآہنگ سے معمور ہوتی ہیں، ان میں سلاست بھی ہوتی اور روانی بھی، برجستگی بھی ہوتی ہے اور رعنائی بھی، لفظوں کے دروبست کا حسن بھی ہوتا ہے، اور عمدہ ترکیب واستعارات بھی، یہی وجہ ہے کہ جب ان کا کلام نگاہوں کے سامنے آتا ہے، تو دلوں کی وادیوں میں ادب کی خوشبو پھیل جاتی ہے،، مثلاان کی حالیہ غزل کا مطلع دیکھیں:

گلزار تمنا میں چلی ایسی ہوا تھی
سر پر نہ کسی پھول کے خوشبو کی ردا تھی

نہایت خوبصورت مطلع ہے، اور بڑے سلیقے سے انھوں نے اپنے احساسات کے اظہار کے لیے تشبیہات کا سہارا لیا ہے، ملک کے تمام حالات اور اور اقتدار اعلیٰ وادنی کے متشدد نظریات ان کے فرقہ وارانہ رویئے سے آرزوؤں کا ہنستا کھیلتا چمن جانے کتنوں کا جل کر خاک ہوا ہے، مگر اس کا اظہار ہر ایک کے مقدر میں تو نہیں؟اس کے لئے تواشہر صاحب کا تخیل چاہیے۔

اک آہ تھی نکلی ہوئی دل سے یا دعا تھی
بس یاد ہے،اتنا کہ تعاقب میں صدا تھی

رومانیت اور نغمگی سے بھرپور شعر ہے، جس میں رنگ تغزل ہر سو بکھرا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔

دریا نے سمجھنے میں مجھے بھول بڑی کی
ہونٹوں پہ مرے پیاس نہیں میری انا تھی

بہت خوبصورت شعر ہے،، خوداعتمادی اور رجائیت کی اسپرٹ سے معمور اس شعر میں عزم واستقلال اور جرأت واستقامت کے راز سے پردہ اٹھایا گیا ہے،، مضمون میں ندرت خیال بھی محسوس ہو رہی ہے، مضمون اور معنی آفرینی ذیل کے اس شعر سے مختلف نہیں ہے مگر تخیلکی قوس وقزح نے اس میں جدت طرازی کر کے تاب کاری پیدا کر دی ہے۔ طوفان کر رہاتھامرے عزم کاطواف۔ دریا سمجھ رہی تھی کہ کشتی بھنور میں ہے۔

پھر بھی نہ چھپائے گئے کردار کے دھبے
پہنی ہوئی ہر شخص نے خوش رنگ قبا تھی

جس معاشرے میں قاتلوں کے دامن اور آستینوں سے خون کی چھینٹوں کو قانون کے واٹر کلینر کے ذریعے یا سفید پوش لباسوں کے ذریعے مٹا دیئے جاتے ہوں وہاں انصاف اور انسانیت بے موت مر جاتے ہیں اسی کربناک کرداروں کی تصویر کشی اس میں شاعر نے کی ہے ،اور بڑے خوبصورت انداز میں کی ہے ،حاصل یہ کہ یہ شعر ذیل کے شعری مضمون کا عکاس ہے مریم کہاں تلاش کرے اپنے خون کو ہر شخص کے گلے میں نشان صلیب تھا۔

یہ بات سمجھ آئی مگر دیر سے آئی
ہر پردہ ہستی میں چھپی ایک قضا تھی

موت وحیات کے فلسفہ ،اور زندگی کے موت کے سائبان میں سفر کرنے کی روشن حقیقت کو سلیقے سے نظم کی کوشش کی گئی ہے اچھا شعر ہے۔

جب لوٹے تخیل سے حقیقت کے جہاں میں
پھیلے ہوئے ہاتھوں میں شفق تھی نہ حنا تھی

بہت خوب صورت تضمین ہے ،،خیالات کے افق اور زمینی حقیقت کو بڑی فنی چابکدستی سے شعری پیکر میں ڈھالا ہے ،،شعریت اور موسیقیت سے پر ہے ،یہ شعر ،سلاست وبرجستگی کے ساتھ معنیٰ افرینی کا ایک جہان اس میں سمٹ آیا ہے ،۔

پھیلا ہوا صحرا تھا مری ذات کے اندر
اشہر مرے حصے میں شجر تھا نہ گھٹا تھی

مقطع کے شعر میں بھی شاعر نے فن کا بہترین مظاہرہ کیا ہے ،، جس میں زندگی اور اس کے تلخ تجربات نیز اس کی تہی دستی کی محدود کاینات کو نہایت بلیغ کنایات و تشبیہات کے پردے میں نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے اور شاعر اس میں کامیاب بھی ہی۔ مجموعی لحاظ سے اشہر صاحب کی یہ غزل ظاہری ساخت وہئت کے ساتھ ساتھ باطنی خوبیوں سے بھی معمور ہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

تبصرہ۔ شرف الدین عظیم قاسمی

زندگی کے تجربات ومشاہدات اور اس کے نتیجے میں ذہن ودل میں جنم لینے والے احساسات کے اظہار کے لیے عصر حاضر میں بے شمار دشت سخن کے مسافروں نے شاعری کا سہارا لیا ہے،،اور اس کوچے میں سیاحت کے ذریعے ادب نوازی وادب شناسی کا ثبوت پیش کیا ہے۔انہیں میں ایک نام توحید مسافر صاحب کا بھی ہے،، جناب توحید صاحب ایک باذوق اور بہترین شعری صلاحیتوں کے مالک ہیں،انھوں نے بزم میں شاید ابتدا ہی سے ادبی نشستوں میں حصہ لیا ہے اور بڑے اہتمام سے سخنوری کا عمل انجام دیتے ہیں۔حالیہ نشست کے لیے لکھی گئی ان کی غزل کا مطلع ہمارے سامنے ہے۔

وہ دور تھا جب پاس ترے شاہی قبا تھی
جب ہاتھ میں مسلم کے وہی بال ہما تھی

مطلع میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا مضمون باندھا گیا ہے مگر انصاف یہ ہے کہ پہلا مصرع بالکل مبہم ہے،اور تکلف و تصنع کی وجہ سے روانی سے محروم ہے۔صدیوں سے یہاں پر ہے نشیمن مرا قائمز ہریلی مگر اتنی کبھی بھی نہ ہوا تھی۔ملک کے سلگتے ماحول اور جارحانہ حالات کے تناظر میں بہت عمدہ شعر ہے۔

ہم نے لیا تھا جرم وفا دوش پہ اپنے
اس جرم کی کیا ملی ہم کو سزا تھی

یہ شعر بھی قدرے بہتر ہے مگر مزید توجہ کی ضرورت ہے پہلے مصرعے میں وزن کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔

یہ حال مرا اچھا ہوا ماں کی دعا سے
دامن تھا کبھی چاک رفو والی قبا تھی

یہ شعر بھی ٹھیک ہے مگر لفظوں کی ساخت وہئت بالکل بے کیف ہے، شعریت

نہیں ہے، ضرورت ہے، کہ مزید توجہ دی جائے اس طرح کہ سکتے ہیں۔،، حالات مرے ماں کی دعا سے ہوئے روشن،، دامن تھا اگر چاک تو بوسیدہ قبا تھی۔

کرتے تھے نگاہوں سے ہمیں قتل ہمیشہ
اس حسن سراپا کی وہ مسحور ادا تھی

رنگ تغزل سے پر عمدہ شعر ہے، جس میں رومانیت کی خوشبو بکھری ہوئی ہے۔

شیطان صفت انساں نے نوچا ہے،اسے
آجکل جس کے بدن پہ پڑی عصمت کی ردا تھی

معاشرے کے ہوس پرست عناصر کی تصویر کشی کی گئی ہے اس شعر میں لیکن بات بن نہیں سکی، شعر موسیقیت اور حسن ترکیب کی روح سے بالکل خالی ہے۔

آنکھوں نے مری ایسے مناظر بھی ہیں دیکھے
تپتے ہوئے صحرا تھے مسافر کی صدا تھی

اچھا اور عمدہ مقطع ہے، مضمون بھی خوب صورت ہے حاصل یہ ہے کہ توحید صاحب کی یہ تخلیق بہت معیار پر تو نہیں ہے تاہم یہ کیا کم ہے کہ احساسات کے اظہار میں انہوں نے خون جگر جلا کر اردو ادب میں ایک غزل کا اضافہ کیا ہے جس پر انہیں بہت مبارکباد

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔ گلشن بیابانی
گفتگو۔۔شرف الدین عظیم الاعظمی

زندگی کے ارد گرد بکھری صداقتوں اور لہروں کی طرح ابھرتے ڈوبتے کرداروں، نیز دلوں میں ہزار رنگ کیفیات کو مؤثر اسلوب اور غنائی لہجہ میں مجسم کرنا شاعری ہے، ایک دانشور کے بقول،، شاعری کسی شخص کے تاثرات کا بے تابانہ اظہار ہے وہ کیفیات جو آدمی کے قلب پر گذرتی ہیں ان کو موزوں مترنم اور پر اثر الفاظ میں بیان کر دینے کا نام شاعری ہے، شعر دراصل حیات انسانی کی زبان ہے، اور اس کے نازک ترین جذبات کو الفاظ کی شکل میں ظاہر کرتا ہے مگر یہ اتنا نازک آرٹ ہے جس کو نہ ہر شخص تخلیق کرسکتا ہے اور نہ ہی ہر بات ہر شخص کے بس میں ہے کہ اس کی نزاکتوں تک پہونچ سکے،، یہ عمل اصلا اسی کا مقدر ہے جس کے اندر شعری ذوق ہو، موزوں طبیعت ہو اور عمدہ تخیل ہو۔

جناب گلشن بیابانی صاحب کا وجود مذکورہ تمام صلاحیتوں سے آراستہ ہے،، وہ ایک نغز گو اور قادر الکلام شاعر ہیں، ان کے کلام میں ظاہری ساخت کا جمال بھی ملتا ہے اور معنی آفرینی بھی۔ گلشن صاحب کی حالیہ غزل جو ہمارے سامنے ہے اس کا مطلع یوں ہے۔

ہمدم سے کبھی کھیلو نہ ہمراز سے کھیلو
ٹکرا کے جو پلٹے اسی آواز سے کھیلو

مطلع میں ہی انہوں نے مصرع طرح پر گرہ لگائی ہے، اور بڑے سلیقے سے اس میں مضمون آفرینی پیدا کی ہے ظاہری لحاظ سے بھی شعر میں روانی اور موسیقیت محسوس ہو رہی ہے۔

برہم سے ذرا گیسوئے دوراں تو سنوارو
پھر گیسوئے جاناں سے بڑے ناز سے کھیلو

بہت عمدہ اور معنی خیز شعر ہے، جس میں فرد اور ذات پر ملک و معاشرے اور اجتماعیت کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ حالات کی زلف پریشاں کو سنوارنا اور ماحول کو صحت مند بنانے کا عزم کرنا وقت کی اولین ضرورت ہوا کرتی ہے۔

یہ عشق کی بازی ہے اگر جیتنا چاہو
دیکھو نہ کدھر اپنے ہی انداز سے کھیلو

عشق دیوانگی اور وارفتگی کا دوسرا نام ہے یہاں عقل وخرد کا کام نہیں ہے،،اور نہ ہی سود وزیاں کے احساسات کی کوئی جگہ،شاعر نے اسی فلسفے کو ذکر کیا ہے، کہ اس کوچے میں قدم رکھنے کے بعد دنیا ومافیہا سے بے خبری شرط بھی ہے،اور جزء لاینفک بھی،دوسرے مصرعے میں،، کدھر،، روانی اور فصاحت کو مجروح کررہاہے اس لیے،، کہیں،،ہونا چاہیے۔

کیا ریت کے ایوان بنانے سے ملے گا
اے شاہ جہاں جذبہ ممتاز سے کھیلو

انسان کی بلندی اور اس کی رفعت اینٹ و پتھر کی عمارتوں میں نہیں بلکہ اس کے صحت مند کرداروں میں پنہاں ہے،، وقت کے مقتدر اعلی اور اہل منصب کے لئے مناسب ہے،وہ عوام کے جذبات کا لحاظ کرے اسی مضمون کو شعر میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن دوسرے مصرعے میں،،جذبہ ممتاز سے کھیلو،، کا جملہ کھٹک رہاہے،اس لیے کہ جذبات سے کھیلنے کا محاورہ ایسے موقع پر رائج ہے،جہاں کسی کی حق تلفی کی جائے اور کسی کی خواہشات کو پامال کیا جائے،اور یہاں شاعر مدح کے مقام میں اس کا استعمال کیاہے،اس لیے یہ ترکیب محل نظر ہے۔

مانا کہ بہت اونچے کلا کار ہو لیکن
ٹوٹے سے مرے دل کے ذرا ساز سے کھیلو

اس شعر میں شاعر نے کرب والم سے معمور اندرون ذات کا انکشاف کرنا چاہاہے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ بات بن نہیں سکی اور شاعر کے خلاف معمول یہ شعر

فصاحت کے دائرے سے بالکل نکلا ہوا ہے، پہلے مصرعے میں لفظ کلا کار کے عامیانہ پن نے ابتذال کے حصار میں داخل کر دیا ہے، دوسرے مصرعے میں ٹوٹے سے،، کی ترکیب بھی صحیح نہیں ہے، اسے یوں بھی کہ سکتے ہیں۔ مانا کہ فلک پر ہے ترے فن کا ستار، اس قلب شکستہ کے ذرا ساز سے کھیلو۔

تم حق کے مجاہد ہو تو بزدل سے لڑو نا
گر شوق شہادت ہے تو جانباز سے کھیلو

بہت بہترین شعر ہے، جس میں جانبازی حوصلہ مندی کا پیغام دیا گیا ہے پہلے مصرعے میں،، نا،، کی جگہ ،، مت،، زیادہ صحیح ہے تا کہ اثبات و نفی کے درمیان اشتباہ نہ پیش آئے۔

گلشن جی کرونا میں مناسب تو یہی ہے
بس اب تو خیالوں ہی میں مہناز سے کھیلو

مقطع کا شعر رومانیت کی کرنوں سے معمور ہے، رنگ تغزل مکمل طور پر نمایاں ہے عمدہ اور بہترین شعر ہے، حاصل یہ کہ گلشن بیابانی کی یہ تخلیق مجموعی لحاظ سے عمدہ اور خوبصورت ہے، اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے آمین

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔منتظم رونق آبادی
تبصرہ۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

کائنات کی تمام مخلوقات میں انسان ہر لحاظ سے اشرف اور اعلیٰ ہے،،پوری کائنات اور گلیکسی اس کی خادم اور یہ مخدوم ہے،،اس کا کام اور اس کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ وہ خالقِ کائنات کی بڑائی اور اس کی توصیف میں مشغول رہے اس کی ثنا خوانی اپنی زندگی کا مقصد قرار دے۔لفظوں کی مخصوص ساخت میں اس کی توصیف فنی لحاظ سے حمد کہلاتی ہے زیر نظر کلام اسی حمدیہ کلام پر مشتمل ہے،جس میں خداوند عالم کی قدرت اور بندے کی عاجزی کا اظہار کیا گیا ہے،اور یہ محترم منتظم رونق آبادی کے تخیل کا نتیجہ ہے موصوف بہت باذوق اور عمدہ فکر کے حامل ہیں،بزم میں متعین تمام موضوعات پر طبع آزمائی کرتے ہیں اس سے ان کے شعری دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے،ان کی حمد کا مطلع اس طرح ہے۔

حکمت زدہ ہے یارب دلکش کلام تیرا
چلتا ہے چاروں جانب بے شک نظام تیرا

ا۔اچھا مطلع ہے اور اس کے مستحکم نظام کی تشریح پر اچھی کوشش ہے ،حکمت زدہ کی ترکیب نامانوس ہے اسے اس طرح ہونا چاہیے،،حکمت سے پر ہے یارب دلکش کلام تیرا۔

آغاز کررہاہوں لے کر میں نام تیرا
اب آگے فضل کرنا یارب ہے کام تیرا

بہت خوبصورت تضمین ہے دونوں مصرعوں میں ارتباط بھی عمدہ ہے۔

کرتے ہیں سب مؤذن یارب تری بڑائی
مخلوق ذکر کرتی ہے صبح وشام تیرا

یہ شعر بھی ٹھیک ہے مگر معنیٰ آفرینی نہیں ہے پہلے مصرعے میں جو بات ہے وہی دوسرے مصرعے میں بھی ہے۔

شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہے تو
چاہے تلاش کرنا کوئی مقام تیرا

اس شعر کے دونوں مصرعوں کے درمیان ربط نہیں ہے دوسرے مصرعے کی لفظی ترکیب نے ہی اسے مجروح کیاہے اس لیے اس میں مزید توجہ کی ضرورت ہے۔

انساں کے جسم میں بھی رکھا ہے خوب قدرت
ہے بے نظیر چشمہ بے شک مسام تیرا

یہ شعر حقیقت میں شعر ہی نہیں ہے، اس میں شعریت کا ذرا بھی لحاظ نہیں ہو سکا دونوں مصرعوں میں ربط کا بھی فقدان ہے اور مفہوم بھی غیر واضح ہے، اس میں توجہ کی ضرورت ہے۔

بلبل کی چہچہاہٹ چشموں کی سرسراہٹ
ان سب کے ہی لبوں پر جاری ہے،نام تیرا

بہت خوب صورت شعر ہے، اور موسیقیت بھی محسوس ہو رہی ہے لیکن چشمے کے ساتھ سرسراہٹ کی جگہ دوسری صفت ہونی چاہیے اسے اس طرح کہیں۔،، بلبل کی چہچہاہٹ کلیوں کی مسکراہٹ۔

نشہ اتر نہ پائے گا اس کا زندگی بھر
پی لے اگر چہ کوئی توحید جام تیرا

معنیٰ آفرینی کے لحاظ سے خیال میں جدت اور حسن ہے، مگر دوسرے مصرعے میں اگرچہ کا لفظ یہاں درست نہیں ہے، اسی طرح توحید جام،، کی ترکیب بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ، جام توحید،، درست ہے اس کو اس اسلوب میں کہیں۔۔،، جس نے

بھی پی لیا ہے وحدت کا جام تیرا۔

جبریل بھی ہے، قاصر تجھ تک رسائی کرنے
وہم و گمان سے بڑھ کر یارب مقام تیرا

اس شعر کے بھی دونوں مصرعے سقم سے خالی نہیں ہیں، رسائی کرنے،، کی ترکیب صحیح نہیں ہے اسی طرح دوسرے مصرعے میں،، ہے کا لفظ ہونا چاہیے باقی مضمون عمدہ ہے، اس طرح کہیں۔۔جبریل کی رسائی تجھ تک کہاں ہے، ممکن بڑھ کر گمان سے ہے یارب مقام تیرا۔

اپنے کرم سے مولا اس کو معاف کردے
ہے منتظم الٰہی عاصی غلام تیرا

مقطع کا شعر عمدہ اور بہترین ہے، خیال بھی عمدہ ہے ظاہری ساخت میں روانی ہے، مجموعی اعتبار سے منتظم صاحب کی اچھی کوشش ہے کہیں کہیں ہلکا پھلکا سقم ہے، سو وہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے کلام مجروح ہو جائے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔رشید قمر
گفتگو۔۔شرف الدین اعظمی

مخالقِ کائنات کے جو احسانات ہمارے اوپر ہیں وہ حد و حساب سے باہر ہیں ،، وان تعدو نعمت اللہ لا تحصوھا (سورہ النحل) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو یہ تمہارے بس میں نہیں ہے، کہ وہ لا محدود ہیں،،اس کی نعمتوں کا تقاضا ہے کہ زبان اس کی ثنا خوانی سے رطب اللسان رہے، یہ اردو زبان کی خوش قسمتی ہے کہ اس صنف کو بھی شعرا و ادبا نے اپنی تخلیقات سے فن بنا دیا ہے۔ قمر رشید صاحب کا کلام بھی اسی صنف کا ہے، جسے حمدیہ شاعری کہا جاتا ہے۔آیئے ایک نظر اس کے کلام پر ڈالتے ہیں۔

ہونے لگا ہے مجھ پر اب فیض عام تیرا
دنیا بھی کہ رہی ہے مجھ کو غلام تیرا

ظاہری ساخت کے لحاظ سے مطلع ٹھیک ہے مگر معنی آفرینی سے خالی ہے، دوسرے یہ مضمون بھی خلاف واقعہ ہے، رب کریم کی رحمتوں کا نزول تو ہر آن ہوتا رہتا ہے اور شعر سے مفہوم ہوتا ہے کہ پہلے نہیں تھا اب شروع ہوا ہے، اس لیے یہ مضمون محل نظر ہے۔

تجھ پر لٹایا جس نے دنیا نے یارو
دیکھا عرش بریں سے اس کو آیا سلام تیرا

اس شعر میں ذات کی تصریح کے بغیر صرف ضمیر پر اکتفا کیا گیا ہے جس کی وجہ سے مفہوم مبہم ہو گیا ہے، اس میں پھر سے توجہ کی ضرورت ہے۔

منکر بھی سخت تیرے حلقہ بگوش آئے
جب جب سنا الٰہی سچا کلام تیرا

اچھا شعر ہے، عمدہ واقعہ نگاری کی گئی ہے کلام الٰہی کی حقانیت کا بہترین اثبات ہے اس میں۔

یوں تو رحیم ہے تو رحمن بھی ہے لیکن
ہے جابروں پہ بھاری اک انتقام تیرا

یہ شعر بھی ٹھیک ہے جس میں خدا کی قدرت کا اظہار کیا گیا ہے۔

دامان خالی لیکر لاچار ہم کھڑے ہیں
اب آگے فضل کرنا یارب ہے کام تیرا

یہ شعر تضمین پر مشتمل ہے مگر لفظوں کی صحیح طریقے سے ترکیب نہیں ہو سکی،،دامان خالی،، کی ترکیب درست نہیں ہے اسے یوں کہ سکتے ہیں،،دامان آس لیکر لاچار ہم کھڑے ہیں۔

تیرے سوا تصور آتا نہیں کسی کا
وہ پی لیا قمر نے اک مے کا جام تیرا

حمد کا آخری شعر بھی عمدہ ہے، مگر دوسرے مصرعے میں،،وہ،، کا حرف فصاحت کو مجروح کر رہا ہے،اسے اس طرح کہیں۔۔،،جب سے پیا قمر نے الفت کا جام تیرا،، مجموعی اعتبار سے قمر صاحب کی یہ کوشش لائق تحسین ہے خداوند عالم مزید ترقیات سے نوازے آمین

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔ شمس ذوالقرنین
گفتگو۔۔ شرف الدین عظیم الاعظمی

رب دوجہاں کی ثنا خوانی ایک بندے کے لیے سعادت سے کم نہیں ہے، بلکہ یہ عین خوش بختی ہے، بزم شمع فروزاں کی جانب سے مفوضہ طرحی مشاعرہ میں مصرع طرح پر حسب سابق شمس صاحب نے اپنے عبدیت کے احساسات کو تخیل کا جامہ پہنایا ہے اور مطلع کے علاوہ تمام اشعار میں حمدیہ شاعری کے حوالے سے طبع آزمائی کی ہے آیئے ان کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں مطلع ان کے کلام کا اس طرح ہے۔

ریت پر نام مرا لکھ کے مٹا سکتا ہے
تو مجھے دل میں بھی اپنے تو بسا سکتا ہے

ظاہری ساخت کے اعتبار سے مطلع ٹھیک ہے اور تغزل کے رنگ میں محبوب سے شکوہ کیا ہے مگر دونوں مصرعوں کے درمیان خوب ربط نہیں ہو سکا ہے۔

وہ جو چاہے تو کھلا سکتا ہے پتھر میں پھول
وہ بیاباں کو گلستان بناسکتا ہے

حمد و ثنا کے رنگ میں اچھا شعر ہے، مگر پہلا مصرع وزن سے خارج ہے، شاید پھول سے پہلے،، بھی،، کا لفظ ٹائپ میں چھوٹ گیا ہے۔

مانگ لے جو خدا سے تو معافی بندے
آخرت کے وہ خسارے سے بچا سکتا ہے

تضمین پر مشتمل اس شعر میں عمدہ مضمون آفرینی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے مگر مصرع اولی میں سلاست نہیں ہے بلکہ شعریت سے خالی ہے، اس میں مزید

توجہ کی ضرورت ہے۔

تو جو ماں باپ کی خدمت سے کرے گا انکار
زندگی بھر بھی خدا تجھکو رلا سکتا ہے

والدین کی اہمیت کو اس شعر میں اجاگر کرنے کا بہت عمدہ خیال پیش کیا گیا ہے مگر دوسرا مصرع ترکیب کے لحاظ سے ناقص ہے،اس کو اس طرح کہیں،،پھر خدا بھی تجھے دنیا میں رلا سکتا ہے۔

ہم تو نادان گنہ گار ہیں بندے تیرے
اب خسارے سے ہمیں تو ہی بچا سکتا ہے

بہت پیارا شعر ہے، جس میں سلیقے سے عبدیت کا اظہار کیا گیا ہے۔

وہ جو دیکھے گا مرے اشک ندامت اے شمس
مری بگڑی ہوئی تقدیر بنا سکتا ہے

یہ شعر بھی عمدہ ہے جس میں توبہ وانابت کی اہمیت کے ساتھ ساتھ شاعر نے اپنی عاجزی کی کیفیات کو لفظوں میں ڈھالا ہے۔

آخرت تیری سنور جائے گی ممکن ہے شمس
تو بچا لے اگر ایمان بچا سکتا ہے

مقطع ثانی کے اس شعر کا پہلا مصرع وزن سے خارج محسوس ہو رہا ہے دوسرے شعریت اور ترکیب کے حسن سے بھی بالکل خالی ہے،اس میں مزید توجہ کی ضرورت ہے خلاصہ یہ کہ مجموعی اعتبار سے شمس صاحب کی عمدہ کاوش ہے، جس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔ محمد ندیم منگرول پیر
تبصرہ۔۔ شرف الدین عظیم

برقی ذرائع ابلاغ میں بزم شمع فروزاں کو یقیناً یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے پلیٹ فارم سے اردو شاعری کی بڑے منظم انداز میں خدمت ہو رہی ہے، سخنوری کے اس کوچے میں محمد ندیم صاحب نے کچھ ہی عرصہ قبل قدم رکھا ہے،،اس لئے ان کے کلام میں ابھی پختگی کی علامتیں نظر نہیں آتی ہیں تاہم اس سے انکار ممکن نہیں ہے کہ وہ باذوق اور ادبی ذہن رکھتے ہیں حالیہ مصرع طرح پر لکھی گئی ان کی غزل ہمارے سامنے ہے جس کا مطلع کچھ یوں ہے۔

زندگی کو دل زندہ ہی سجا سکتا ہے
جو ہے،مردہ اسے نقصان میں لا سکتا ہے

حوصلہ مندی اور عزم جواں جو زندگی میں ترقی کی بنیادیں ہیں اس سلسلے میں ایک اچھا خیال پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کوششیں تو سبھی کرتے ہیں اسے پانے کی
اس کی سہیلی کا پتہ کون بتا سکتا ہے

یہ صورتا تو شعر ہے، حقیقت میں شعر نہیں ہے، شعر کہنے سے قبل ذہن کو یکسو کریں، تخیلات کو مجتمع کریں، مضامین میں غور و فکر کریں اس کے بعد لفظوں میں لائیں۔

ظلم جب بھی کبھی بڑھ جائے تو مولا میرے
اب خسارے ہمیں تو ہی بچا سکتا ہے

تضمین میں ایک اچھے مضمون کو لانے کی کوشش کی گئی ہے مگر دونوں مصرعوں میں ربط نہیں ہے،اسے اس طرح کہیں۔ ظلم کی دھوپ ہے پھیلی ہوئی ہر سو مولا۔

میں نے طوفانوں سے تنہا ہی لڑا ہے ہر دم
اس کو پر میرا یقیں کون دلا سکتا ہے

پہلا مصرع درست ہے، مگر دوسرے مصرعے میں لفظوں کو صحیح استعمال نہیں کیا گیاہے اسے پھر سے کہیں۔

دقتیں جب بھی اگر آن پڑی ہیں مجھ پر
میرا رب ہی مجھے دلدل سے بچا سکتا ہے

اچھا مضمون اور حمدیہ جذبات ہیں پہلے مصرعے میں ،،جب بھی،، کی موجود گی میں،،اگر،، کاذکر بے معنی ہے، دوسرے دونوں مصرعوں میں ربط اسی وقت پیدا ہو گا جب زمانے کے لحاظ سے ہم آہنگی ہوا، یہاں اس کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے اس کو اس انداز سے کہیں،،،،زند گی جب بھی مصیبت کے بھنور میں ہو ندیم، پھر کنارے پہ مرا رب ہی لگا سکتا ہے،، مجموعی لحاظ سے ندیم صاحب نے اچھی کوشش کی ہے جس پر ہم انہیں مبارکباد دیتے ہیں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید ترقیات سے نوازے آمین

شرف الدین قاسمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔شاداب انجم ناگپور
تبصرہ۔۔شرف الدین عظیم

سرزمین ناگپور کی تمدنی وثقافتی نمائندگی کے حوالے سے شاداب انجم کا نام اس وقت نمایاں مقام رکھتا ہے، شاداب صاحب ایک خوبصورت احساس کے مالک، شعری ذوق کے حامل، عمیق فکروپاکیزہ نظر سے متصف ایک عمدہ شاعر ہیں ان کے کلام میں بڑی سلیقہ مندی، مضامین کی معنی آفرینی اور لفظوں کی عمدہ ترکیب واستعمال پایاجاتاہے، زیر نظر غزل کا مطلع اس طرح ہے۔

شدت درد کو کچھ اور بڑھا سکتا ہے
قید تنہائی کا غم آپ کو کھا سکتا ہے

اچھا مطلع ہے، جس میں جلوت کی سودمندی اور تنہائی کوزیاں کا باعث بتایا گیاہے نصیحت آمیز شعر ہے۔

منتظر رہتا نہیں ہے وہ کسی لمحے کا
غم کا بادل تو کسی وقت بھی چھا سکتا ہے

غموں کی ہواؤں کا کوئی موسم نہیں ہوا کرتاہے،، ٹھیک اسی طرح جیسے بہار کا موسم، زندگی اور اس کائنات کے وصف لازم کو بہت خوبی سے اجاگر کیا گیاہے۔

یا وہ قطرہ ہے مرا دل جو رہے آنکھوں میں
یا وہ دریا ہے،جو کوزے میں سما سکتا ہے

بہت پیارا شعر ہے، اور رنگ غزل کے بہت لطیف خیال کا پیکر ہے،، یعنی عشق کے وصف سے متصف شاعر کادل بھی ہے کہ سمٹے تو دل عاشق پھیلے تو زمانہ ہے۔

غم بھلانے کو اسے دے دوں دلاسہ لیکن
یہ دلاسہ اسے غم یاد دلا سکتا ہے

یہ شعر بھی بہترین ہے اور معمولی سے ایک کردار میں معنیٰ آفرینی کی کوشش کی گئی ہے تاہم مضمون میں کوئی ندرت نہیں ہے۔

دوست مجھکو جو بناتا ہے غرض کی خاطر
وقت پر ہاتھ وہ دشمن سے ملا سکتا ہے

اس خود غرض دنیا کے مزاج اور مفادات کے ارد گرد رہنے والی زندگی کی اچھی تصویر کشی شاعر نے کی ہے مگر پہلے مصرعے میں سلاست اور روانی نہیں ہے،،اسے یوں کہہ سکتے ہیں دوستی کرتا ہے جو شخص غرض کی خاطر۔

جشن خوشیوں کا مناتا ہی نہیں ہے جو کبھی
عین ممکن ہے وہ ہر درد چھپا سکتا ہے

اعتدال و توازن کی حقیقت پر مبنی ایک روشن کردار کی اہمیت سے پردہ اٹھانے والا عمدہ شعر ہے۔

گردن امن پہ دہشت کی چھری ہے انجم
کون ایسے میں پھر آواز اٹھا سکتا ہے

مقطع کا شعر بہت پیارا ہے آسان اسلوب میں سلگتے ہوئے حالات کی بڑی خوبی سے عکاسی ہوئی ہے،،اقتدار کا نشہ اور اکثریت کے منفی وغیر انسانی کرداروں کے تمام نقوش نمایاں ہو کر رہ گئے ہیں، ظاہری ہیئت کے لحاظ سے بھی تقریباً تمام اشعار جمالیا اوصاف سے معمور ہیں،۔ سلاست وبر جستگی کے عناصر سے آراستہ ہیں۔خدا کرے یوں ہی قلم کا سفر رواں دواں رہے آمین

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔ثمینہ تاج۔ کرناٹک
گفتگو۔۔شرف الدین عظیم الاعظمی

کرناٹک کی ادبی سرزمین کی نمائندگی کرنے والی ثمینہ تاج صاحبہ خوبصورت ذوق اور پاکیزہ خیالات کی مالک ہیں،انہوں نے تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ سخنوری کے کوچے میں قدم رکھا ہے،اور اس سفر میں وہ کامیاب بھی نظر آتی ہیں،حالیہ مشاعرہ میں کہی گئی ان کی غزل ہمارے سامنے ہے جس میں بڑی عمدگی سے انہوں نے اپنے احساسات کا اظہار کیا ہے مطلع اس طرح ہے۔

مفلسی سے دور رکھ یارب ہمیں خوشحال کر
قوم کو رستہ دکھا ان کا بلند اقبال کر

مناجات اور دعائیہ مضمون کے ساتھ ان کا درد بھی اس شعر میں نمایاں ہے،،دوسرے مصرعے میں قوم کی مناسبت سے ان کا،، کی جگہ ،،اس ہونا چاہیے۔

اس نے رکھے ہیں جلا کر میری بربادی کے دئے
اے زمستان کی ہوا آکر اسے پامال کر

اس شعر کا پہلا مصرع بحر سے خارج ہے اسے یوں کہیں،اس نے ہر سو رکھ دیا ہے نفرتوں کا ایک دیا۔

میڈیا تکتا ہے جو بدنام کرنے کے لئے قہر
نازل کر خدایا ان کو تو بے حال کر

ملکی اور بین الاقوامی میڈیا کا نفرت انگیز اور تعصب انگیز کردار ہے شاعر کی نگاہ اسے دیکھ رہی ہے اور قلب اس غیر انسانی کرداروں کو محسوس کر رہا ہے اسی

احساس کو مناجات کے لہجے میں پیش کیا گیا ہے لیکن پہلا مصرع سوقیانہ سا لگ رہا ہے اسے اس انداز سے کہیں،، میڈیا کی فتنہ انگیزی کا ایک طوفان ہے۔

شک بھری نظروں سے تکتے ہیں وہ ہم کو اس طرح
جیسے ہم پھرتے ہیں اپنی جیب میں بم ڈال کر

حالات کے تناظر میں اچھا شعر ہے، ملک کے متعصّبانہ کردار پر ایک صدائے احتجاج ہے۔

اس وبا میں ہو چکے اہل وطن کنگال سب
تیری رحمت سے عطا کر ان کو مالا مال کر

یہ شعر بھی مناجات کے رنگ میں ہے جس میں موجودہ وائرس کی قہر سامانیوں کی تصویر بھی ہے اور خدا کی قدرت کا اعتراف بھی، دوسرے مصرعے میں تیری کا لفظ درست نہیں ہے بلکہ،، اپنی،، ہونا چاہیے۔

ان کے خیموں کو جلانا ہے کسی دن اس لئے
دل میں آتش کو جلا رکھا بہت سنبھال کر

اس شعر کا روئے سخن سمجھ میں نہ آسکا، کس قوم کے کردار کی طرف اشارہ ہے اس لحاظ سے یہ مبہم ہے اگر نفرتوں کے سوداگر ہیں تو درست بصورت دیگر یہ کردار مسلم قوم کے لئے مناسب نہیں ہے،، میرے خیال میں اشارہ اہل اقتدار اور اہل تعصب کی طرف ہے اس اعتبار سے اس مضمون کی صورت یوں ہونی چاہیے،،، شہر مفلس شعلہ زن ہو اور اندھیرے دور ہوں، اس لیے رکھے ہیں لوگوں نے شرارے پال کر۔

کر رہی تھیں جو بھی قومیں حملہ بہنوں پر مرے
گھومتے دیکھا ہے چہروں پر حجابیں ڈالکر

ملک کی نفرت انگیز فضا اور مسموم ماحول کی اچھی صورت گری کی گئی ہے۔

تم نے آنکھوں سے کہا تھا ہیں یہ میری کائنات
پھر سے کہ دو آج تم آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

رومانیت سے بھرپور غزل کا شعر ہے، شاعر کے رنگین احساسات اور جذبات نے سلیقے سے شعری جامہ پہن لیا ہے۔

الفتوں کا باغ بن کر میں تو کھلتی ہی رہی
کیا ملا تم کو ثمینہ نفرتوں کو پال کر

مقطع کے شعر میں رواداری کا پیغام دیا گیا ہے لیکن نفرت و محبت دونوں کردار ایک ہی جگہ جمع ہیں حالانکہ یہ محال ہے،، ضروری ہے، کہ پہلے مصرعے کا کسی اور کے حوالے کیا جائے اور وہ محبوب کے ساتھ ساتھ اور لوگ بھی ہو سکتے ہیں اس لیے پہلے مصرعے کو یا تو مخاطب یا غائب کا صیغہ کر دیا جائے، تا کہ تضاد دور ہو سکے، یعنی الفتوں کا باغ بن کر وہ سدا کھلتا رہا،، مجموعی لحاظ سے غزل خوبصورت اور عمدہ ہے،، کہیں کہیں کچھ سقم محسوس ہو رہا ہے سو وہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے کلام ساقط الاعتبار ہو جائے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔شاداب انجم
گفتگو۔۔شرف الدین عظیم

اردو غزل کو نئی نسلوں میں جن خوش نصیب افراد نے اپنی ادبی صلاحیتوں کا محور بنا کر اس کے مستقبل کو تابناک بنانے کی سعی کی ہے ان میں ایک نمایاں نام شاداب انجم صاحب کا بھی ہے،۔شاداب صاحب کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے شعری صلاحیت اچھی خاصی مقدار میں موجود ہے ان کا ذوق پا کیزہ اور ان کے خیالات بہت بلند ہیں، انھوں نے روایتی موضوعات سے ہٹ کر زندگی اور اس کے ارد گرد کے ماحول کو اپنی سخنوری کا موضوع بنایا ہے اور اس ماحول کی صورت گری میں وہ خاصے کامیاب بھی ہیں۔۔ان کی حالیہ غزل کا مطلع اس طرح ہے،۔

رنجشیں اور نفرتیں سینے میں اپنے پال کر
اپنے حال زار کو مت اور بھی بدحال کر

پند و نصیحت سے بھر پور یہ مطلع عمدہ ہے، اور اس میں شاعر کا ناصحانہ اخلاقی جذبہ پوری قوت سے نمایاں ہے۔

بھول کر ماضی کے سارے سانحے اور حادثے
گرم جوشی سے تو مستقبل کا استقبال کر

وقت جو گذر چکا ہے، وہ اب ہاتھ آنے والا نہیں ہے، اس پر افسوس بے فائدہ ہے، دانشمندی یہی ہے کہ آنے والے لمحات میں مضبوط منصوبہ کر کے اسے کارآمد بنایا جائے، وقت کے اس فلسفے کو بڑی خوبی سے اس شعر میں اجاگر کیا گیا ہے، ظاہری ساخت کے لحاظ سے بھی شعر خوبصورت ہے،۔

عیش و عشرت کے تعاقب میں نکل جائے گا دور
شکر کا رستہ پکڑ لے دھیمی اپنی چال کر

قناعت پسندی اور کفایت شعاری کے معانی پر مشتمل یہ شعر بھی بہت بامعنی اور سبق آموز

ہے،،ایک عمدہ پیغام اس میں شاعر نے انسانیت کو عطا کیا ہے،،اچھاخیال اور عمدہ تخیل ہے۔

میں نگاہوں سے تو پڑھ لیتا ہوں تیری داستاں
پر زباں سے تو کبھی اپنا بیاں احوال کر

رومانیت اور نغمگی سے بھرپور ہے، یہ شعر، جس میں عاشق خود محبوب کی زباں سے اس کے دل کی کیفیت جاننے کا خواہاں ہے، ایک لطیف جذبہ کو شعری پیکر میں ڈھالا کر فن کی صورت دی گئی ہے۔

اے مرے مولا مجھے حسب ضرورت کر عطا
میں نہیں کہتا کہ تو گھر کو مرے ٹکسال کر

رب دوجہاں سے مناجات کا مضمون اس شعر میں باندھا گیا ہے،، سود مند اور بامقصد تخلیق ہے، جس میں شاعر قناعت کی دولت کو سب سے اہم قرار دیا ہے،،اچھااور عمدہ شعر ہے۔

عقل کو زحمت نہ دینا شر کے کاموں کے لئے
خیر کے کاروں کی خاطر اس کا استعمال کر

معنویت کے اعتبار سے یہ شعر بھی ٹھیک ہے مگر دوسرے مصرعے میں سلاست نہیں ہے الفاظ کے انتخاب میں ابھی بھی گنجائش ہے،، کاروں،، کی جگہ ،راہوں،، کالفظ لا کر کچھ حسن پیدا کیاجا سکتا ہے۔

آؤ انجم اپنے رب سے ہم یہ کرتے ہیں دعا
خوشنما خوشحال آنے والے ماہ وسال کر

مقطع کا شعر بھی بہت عمدہ ہے، جس میں شاعر نے خلاق عالم کی بار گاہ میں خوب صورت لمحات کی دعا مانگی ہے،اور اپنے احساسات کا اظہار کیا ہے،،اس اظہار بند گی میں وہ پوری طرح سے کامیاب بھی ہیں، حاصل یہ ہے کہ انجم صاحب کی سابقہ غزلوں کی طرح یہ غزل بھی بامقصد اور بامعنی اور پا کیزہ جذبات واحساسات اور بلند خیالات وصحت مند مضامین کی حامل ہے،

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔۔ گلشن بیابانی
گفتگو۔۔۔شرف الدین عظیم الاعظمی

اردو شاعری کے جہان میں محترم گلشن بیابانی کا نام محتاج تعارف نہیں ہے، وہ ایک کہنہ مشق اور زود گو شاعر ہیں، ان کے کلام میں برجستگی بھی پائی جاتی ہے، اور روانی بھی، رومانیت کی نغمگی بھی رچی بسی ہوتی ہے اور واردات قلب کی تصویر کشی بھی، زیر نظر غزل بھی حسب سابق شعر کی تمام خوبیوں سے مرصع ہے، ان کے تازہ کلام کا مطلع اس طرح ہے، جو بزم شمع فروزاں کے لئے تخلیق ہوا ہے۔

گرد رسوائی سے دنیا کی بچا کر اس کو
دل کے البم میں رکھا میں نے چھپا کر اس کو

رنگ تغزل سے بھرپور شعر ہے، جس میں رومانیت عروج پر نظر آرہی ہے، دوسرے مصرعے میں جدید تشبیہ کا استعمال کرکے شعر میں شوخی پیدا کردی گئی ہے جس کی وجہ سے مطلع مزید دلکش ہو گیا ہے۔

پیش کرنی تھی جو تصویر بنا کر اس کو
کیا ملا اے دل سفاک جلا کر اس کو

ثانی مطلع بھی موسیقیت اور لفظوں کی حسن ترتیب کے لحاظ سے عمدہ ہے،، جس میں شاعر نے دل کی خودداری اور بیزاری کو سفاکیت سے تعبیر کرکے شکوہ الم کا اظہار کیا ہے، کہ عشق کے باب میں تو خودداریاں راہ یاب نہیں ہوا کرتی ہیں۔

شربت دید وہ ہر صبح پلا دیتا ہے
مست ہوتا ہوں پہ خوابوں میں بلا کر اس کو

اس شعر میں بھی دل کے جذبات کی صورت گری کی گئی ہے کہ محبوب کی دید جھلک ہوتی ضرور ہے مگر اس سے مزید وصل کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، اس کی تلافی

عاشق نامراد اپنے خوابوں کی دنیا میں کرتا ہے۔ دوسرے مصرعے میں ،لفظ،،پہ،، کھٹک رہا ہے اس کا استعمال متروک ہے اس کی جگہ کوئی اور لفظ لانا چاہئے۔

وصل کی شب بھی گذر جاتی ہے اکثر یونہی
لطف آتا ہے مجھے خوب ستا کر اس کو

یہ بھی خالص غزل کا شعر ہے، جس میں محبوب کی ادائے قاتل کی شکایت تو ہے، مگر لہجے میں درد و کرب کی فضا محسوس نہیں ہوتی ہے، تاہم ہر لحاظ سے شعر عمدہ ہے۔

چھیرتی رہتی اسے ایک سہیلی اکثر
میرے اشعار ترنم میں سنا کر اس کو

الفت و محبت کی داستان پر مشتمل اچھا شعر ہے، جس میں شاعر نے اپنے فن کی سحر انگیزی بھی نمایاں کی ہے۔

درد تنہائی کی شدت کو مٹانے کے لیے
جی میں آتا ہے کہ لے آؤں اٹھا کر اس کو

ہجر و فراق اور تنہائی کے کرب و تڑپ کی صورت گری کی گئی ہے مگر دوسرا مصرع مضمون کے لحاظ سے ابتذال کا شکار ہے،،اس اٹھا کر لانے نے پورے شعر کو سنجید گی سے نکال کر سوقیانہ اسلوب میں داخل کر دیا ہے۔

وہ کہ رہتی تھی کبھی دل کے نہاں خانوں میں
کس نے شو کیس میں رکھا ہے سجا کراس کو

عہد جدید میں آزادی نسواں کے تناظر میں یہ شعر قیامت کا ہے بلکہ حاصلِ غزل ہے جس نے ظریفانہ پیرائے میں عورت کے متعلق یورپ کے طرز فکر پر زبردست تیشہ چلایا ہے،، قابل مبار کباد ہے یہ شعر۔

اس نے معصوم دماغوں میں جو گھولا ہے، زہر
سب پشیمان ہیں کرسی پہ بٹھا کر اس کو

ملک کے موجودہ ماحول کے تناظر میں حقیقت پسندانہ شعر ہے،،اور فنی لحاظ

سے بھی عمدہ ہے۔

کیا خبر تھی کہ وہی مجھ کو ڈسے گا گلشن
میں نے پالا ہے لہو اپنا پلا کر اس کو

معاشرے کی کج ادائی، احسان فراموشی اور خود غرضی کی سلیقے سے تصویر کشی کی گئی ہے۔ دوسرے مصرعے میں میں نے کی جگہ،، جس کو پالا تھا،، ہو جائے تو حسن بڑھ جائے گا۔ مجموعی لحاظ سے جناب گلشن صاحب نے اس غزل میں بھی اپنے تخیل کی رعنائیاں بکھیری ہیں سو اس عمدہ تخلیق پر مبارکباد۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔ محمد آصف الاعظمی
گفتگو۔۔ شرف الدین عظیم

شاعری کے متعدد موضوعات میں حمد وثنا کی صنف جہاں ایک شاعر کے لئے باعث فخر وسعادت ہے، وہیں یہ صنف خار دار دشت سے بھی کم نہیں ہے،، تھوڑی سی فکری بے اعتدالی اور لفظی بے احتیاطی فنکار کی تخلیق کو ثریا سے اٹھا کر تحت الثریٰ میں ڈال دیتی ہے،۔

حالیہ طرحی بزم میں محترم آصف الاعظمی صاحب نے اپنے تخیل کو شعری پیکر میں ڈھالنے کے لئے اسی موضوع کا انتخاب کیا ہے، اور اس میں وہ مکمل طور سے کامیاب بھی ہیں، انھوں نے بڑے سلیقے سے خلاق عالم کی عظمتوں اور رفعتوں کو لفظوں میں اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے، ان کے اشعار میں سادگی ضرور ہے، مگر پرکاری بھی ہے، وہ آسان لفظوں میں اپنے احساسات کو شعری پیکر عطا کر جاتے ہیں، آصف صاحب بہت باذوق اور شفاف فکر کے شاعر ہیں، ان کی شاعری، افسانہ گل وبلبل، بادہ وساغر اور عشق ووصال کے روایتی موضوعات کے ارد گرد گردش نہیں کرتی ہے، بلکہ وہ اپنے عہد کی تصویر کشی کرتی ہے،، سماج کے کرداروں پر روشنی ڈالتی ہے،، معاشرے میں پھیلی ہوئی ناہمواریوں پر احتجاج کرتی ہے،، وہ محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر خراج عقیدت کے پھول نثار کرتی ہے، اور خالقِ کائنات کی ثناخوانی کرتی ہے۔ حمدیہ کلام پر مشتمل ذیل میں ان کے کلام کا مطلع کچھ یوں ہے۔

صبح ہوجائے شام ہوجائے
زندگی رب کے نام ہوجائے

بہت خوبصورت مطلع ہے،اور بہت اعلیٰ خیال ہے،،ایک انسان کے لیے اس سے بڑی کوئی کامیابی نہیں ہے کہ وہ اپنے پروردگار کا حقیقی طور پر بے نفس غلام ہو جائے۔

حکم ہو تو حلال ہو جائے
نہی ہو تو حرام ہو جائے

عبدیت کا تقاضا یہی ہے، اس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم ہو جائے اور ممنوعات سے زندگی کنارہ کش ہو جائے اسی خیال اور احساس کو اس شعر میں پیش کیا گیا ہے مگر دوسرا وزن کے لحاظ سے کھٹک رہا ہے، اسے اس طرح کہا جا سکتا ہے منع ہو تو حرام ہو جائے،،اردو میں،،نہی کا لفظ غیر مانوس ہے۔

زندگی کا حسیں ہے وہ لمحہ
جس میں کچھ نیک کام ہو جائے

بہت سچا اور پیارا شعر ہے، ایک اچھی فکر اور عمدہ تخیل کا ترجمان ہے، یہ شعر۔

جو تو چاہے وہ کام ہو جائے
جو نہ چاہے وہ جام ہو جائے

اس شعر میں خدا کی قدرت اور اس کے کلی اختیار کی وضاحت کی گئی ہے، عام مضمون ہے، خیال میں کوئی خاص ندرت نہیں ہے، دوسرے مصرعے میں جام کا لفظ مفہوم کو اچھی طرح ادا کرنے سے قاصر ہے، اس میں تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔

نیک وبد سب کا کام ہو جائے
لطف تیرا جو عام ہو جائے

خدا کی رحمت وعنایت سے متعلق اچھا خیال پیش کیا گیا ہے، مضمون آفرینی بھی ہے اور روانی بھی ہے، کہنا چاہیے کہ یہ شعر حاصلِ کلام ہے،۔

حاضری کو ہے،بے قرار یہ دل
اے خدا انتظام ہو جائے

دل میں عشق رسول کی چنگاری کو لفظوں کے ذریعے بڑے سلیقے سے اجاگر

کیا گیا ہے، جس میں خدا کی قدرت اور اس کی مشیت کا اظہار بھی ہے،، یہ شعر شاعر کی اس کیفیت کا پتہ دیتا ہے، جس میں دیار حبیب کی محبتوں کے چراغ روشن ہیں۔

دل کی حسرت ہے،آرزو آصف

دید خیر الانام ہو جائے

مقطع کے اس شعر میں نعتیہ وصف کی کرن بھی ہے،، اور رب کائنات کی لامحدود قوتوں اور عنایتوں کی شعاعیں بھی، بہت عمدہ اور بہترین خیال ہے، مگر پہلے مصرعے میں آرزو کی ترکیب میں سقم محسوس ہو رہا ہے اسے اس طرح کہا جا سکتا ہے، آرزو دل کی ہے، یہی آصف،، مجموعی طور پر آصف صاحب نے چھوٹی سی بحر میں اور آسان اسلوب میں بڑی عمدگی سے اپنے احساسات کو لفظوں کی زبان دی ہے،، اور شفاف جذبے کا اظہار کیا ہے، ان اشعار میں معنیٰ آفرینی بھی ہے اور ظاہری ساخت کے اعتبار سے سلاست و شگفتگی بھی ہے۔۔ ایک دو جگہ ہلکا سا فنی سقم نظر آیا، سو وہ قابل اعتنا نہیں ہے۔۔ اس پیاری تخلیق پر شاعر کو مبارکباد۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔ توحید مسافر

گفتگو۔۔۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی

جناب توحید مسافر صاحب باذوق طبیعت کے مالک ایک اچھے ادب شناس ہیں، شاعری سے انہیں عشق کی حد تک دلچسپی ہے،، اور اس فن کو انہوں نے اظہار خیال کا وسیلہ بھی بنایا ہے، ایک عرصے سے بزم شمع فروزاں کی طرحی مشاعرہ میں حصہ لیتے ہیں، اپنی تخلیقات پیش کرتے ہیں،، ریاضت و مزاولت کے باعث ان کے کلام میں خاصا نکھار آیا تاہم اب بھی فکر میں وسعت پیدا کرنے کی اور زبان و بیان پر محنت کرنے کی ضرورت ہے، ان کے کلام کا مطلع اس طرح ہے۔

پھول جیسے ہو کہ تتلی سے رفاقت پا کر
میں ہوں خوش کھوئی ہوئی میری محبت پا کر

اس شعر میں،، میری محبت،، کی ترکیب صحیح نہیں ہے،،، اپنی محبت،، ہونا چاہیے، باقی شعر وزن کے اعتبار سے صحیح ہے۔

جیسے گلشن سے کوئی پھول بچھڑ جاتا ہے
ہم اجڑ سے گئے ایسے تری فرقت پا کر

محبوب کی جدائی میں زندگی کا گلستاں خزاں کی زد میں آ جاتا ہے اسی مضمون کو انہوں نے بیان کیا ہے لیکن دوسرا مصرع شعریت سے یکسر خالی ہے لفظوں کی ترکیب سے ہی شعر میں حسن پیدا ہوتا ہے اس کا خاص خیال ہونا چاہیے اس طرح کہا جا سکتا ہے،، زندگی اس طرح بکھری تری فرقت پا کر۔

ہم نے دنیا پہ حکومت کی فقیری کے ساتھ
وہ خدا بن گئے ادنی سے حکومت پا کر

حالات حاضرہ کی عکاسی کرتا ہوا بہت عمدہ شعر ہے، جس میں وقت کے

فرعون کو آئینہ دکھایا گیا ہے پہلے مصرعے میں ساتھ،، کی جگہ،طرح،، کا لفظ مناسب ہے تاکہ بحر میں سلاست پیدا ہو جائے۔

عاشقی سے کی کنارہ کشی بعد مدت ہم
سدھر ہیں گئے زاہد کی نصیحت پاکر

اس شعر میں پھر سے توجہ کی ضرورت ہے،مزید طبع آزمائی کریں مضمون تو بے معنیٰ سا ہے ہی، لفظوں کی ساخت بھی شعریت سے خالی ہے، عشق اپنے اندر لامحدود قوت رکھتا ہے، ناصح کی نصیحت اس میں بے فائدہ ہوتی ہے،اور یہی مضمون شعر میں ہونا چاہیے۔

تیرے دیدار سے روشن ہوا چہرہ میرا
چاند ہو جیسے کہ سورج کی تمازت پاکر

اچھا شعر ہے،رومانوی مزاج لئے ہوئے۔

چاندنی رات میں جب جام محبت ہو پاس
کیسے لگتا نہیں دل ایسی طبیعت پاکر

مضمون صحیح طریقے سے ادا نہیں ہو پایا ہے لفظوں کی ترتیب اس کے انتخاب اور ساخت پر مزید توجہ کی ضرورت ہے،اسے اس طرح کہیں۔چاندنی رات تھی محبوب تھا پہلو میں مرے شادماں دل تھا مرا ان کی عنایت پاکر۔

اس مسافر نے کئی بار یہ دیکھا ہے
مسکراتی ہے، کلی ان سے لطافت پاکر

مقطع کا شعر بھی خوب درست نہیں ہے،دونوں مصرعوں کے درمیان ربط کا فقدان ہے، پہلا مصرع بحر سے خارج ہے،مزید محنت اور توجہ کی ضرورت ہے،۔مجموعی لحاظ سے سابقہ غزلوں کے مقابلے میں ان کی یہ غزل بتارہی ہے کہ انہوں نے سخنوری کے عمل میں کوئی خاص توجہ نہیں کی ہے،امید ہے آئندہ اس پر غور کریں گے۔اللہ تعالیٰ ترقیات سے نوازے آمین

شرف الدین عظیم الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔رشید قمر
گفتگو۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

رشید قمر صاحب کی اس غزل کو پڑھنے کے یہ اندازہ ہوا کہ ان کے وجود میں نظم وشعر کی عمدہ صلاحیت ہے،۔ تخیل کی قوت ہے،،اظہار خیال کی استعداد ہے،۔بزم فروزاں کے زیر اہتمام طرحی مشاعرہ سے متعلق تخلیق کی جانے والی اس غزل میں رنگ تغزل بھی ہے، حسن ادائے دلبری بھی، سلگتے ماحول کی منظر نگاری بھی ہے،،زمانے کے غیر اخلاقی کرداروں کا عکس بھی، عشق کی گرمی بھی ہے، فراق کی تڑپ بھی۔رشید قمر صاحب نے جہاں رنگ حنا، داستان عشق ومحبت کواپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے وہیں انہوں نے حالات کی گردشوں،ماحول کی بے اعتدالیوں،اصحاب اقتدار کی غیر انسانی روشوں کو شاعری کا حصہ قرار دیا ہے،اور کہیں کہیں سیاسی سماجی رہبران قوم وملت کی غفلتوں پر اس انداز سے تیشہ چلایا ہے، کہ ان کے تخیلات کی نرم رو موجیں سرکش لہروں کی شکل اختیار کرلیتی ہیں،،یہی وہ مقام ہے جہاں ان کا لہجہ سراپا احتجاج ہو جاتا ہے، مثلاً

رہبر وقت اور اک رہزن
دونوں اک راہ پر ہی چلتے ہیں

مفادات کی اس دنیا میں منافقت اب بالکل عام بات ہو چکی ہے ظاہر وباطن کی یکسانیت مادیت پرستی کے طوفانوں میں اس طرح تحلیل ہوئی ہے کہ ایک دوسرے کا اعتماد باقی نہیں رہا اس مضمون کو اس شعر میں ملاحظہ کریں، جس میں شاعر نے بڑی آسانی سے اور سادگی کے ساتھ اپنی بات کہ دی ہے نہ لفظوں کی بے جا بازیگری ہے، نہ ہی پر شوکت تشبیہات کا طلسم ہوشربا۔۔باوجود اس کے شعر میں رعنائی

وسلاست مکمل طور پر محسوس ہو رہی ہے۔

سادگی میں بھی باخبر رہئے
آستینوں میں سانپ پلتے ہیں

مقطع کا شعر بھی قابلِ تحسین ہے جس میں انسانی کرداروں کی پستیوں اور ان کی زہر افشانیوں کو سانپوں کی فطرت کی صف میں کھڑا کیا گیا، ایک موذی جانور کی مخصوص صفت سے انسلاک کا یہ عمل ہر چند مفہوم اور مضمون کو تلمیح کے پردے میں ڈال دیتا ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ شعری کائنات میں اس طرز سخن کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اور اس طرح کے اشعار اپنی الگ ہی شناخت رکھتے ہیں، مثلاً۔

ہو گیا اب قمر یقیں دل کو
زہر انسان بھی اگلتے ہیں

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔ گلشن بیابانی

تبصرہ۔ شرف الدین عظیم قاسمی

شوشل میڈیا کی ایک معروف صنف واٹس ایپ کی اسکرین کے حوالے سے جن لو گوں نے اپنی شاعری اور اپنی تخلیقات کی کرنیں بکھیری ہیں ان میں ایک نمایاں نام گلشن بیابانی کا بھی ہے،، محترم گلشن صاحب بڑے قادر الکلام اور زود گو شاعر ہیں،، انھوں نے اس راہ میں جہاں خداداد صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا ہے، وہیں انہوں نے اس دشوار گزار راہوں میں ذہن سوزی، جگر سوزی کے حوالے سے ایک مدت سے آبلہ پائی بھی کی ہے،، اور یہ بات مسلم ہے، کہ فطری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ جب ریاضت ومزاولت کا سرمایہ بھی تخیل کو میسر آجاتا ہے تو شاعری فن کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

گلشن صاحب نے غزل کے پلیٹ فارم سے کارزار حیات کے تمام موضوعات کے دشت میں کوچہ نوردی کی ہے، اور وقت وماحول کے لحاظ سے انھیں گلوں اور بر گہائے دشت کو اپنے تخیلات کے دامن میں سمیٹا ہے، جس کی ایک معاشرے کو اور فن کی ضرورت ہوا کرتی ہے،۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں داستان عشق ووصال، جام ومینا کے علاوہ فکر امروز و غم فردا کی روداد بھی نظر آتی ہے،، وہ اپنے گہرے مشاہدات اور تجربات کو بڑے سلیقے سے شاعری کا لباس عطا کرتے ہیں، اس حوالے سے ان کے کلام ہم عصروں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، سابقہ کلام ہائے طرح کے مطابق زیر نظر غزل بھی لفظوں کی ترتیب اور بامقصد مضمون کے باعث عمدہ ہے، لیکن مطلع اور مقطع دونوں میں وہ شعریت نہیں محسوس ہوئی جو ان کا

امتیاز ہے، مطلع انہوں نے اس طرح کہا ہے،۔

اشک آنکھوں میں کب مچلتے ہیں
جب محبت کے باغ جلتے ہیں

پہلے مصرعے کو استفہامیہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے جو اصولاً تو غلط نہیں ہے لیکن یہاں بالکل سپاٹ نثر کا لہجہ اس کے حسن کو مجروح کر رہا ہے، میرے خیال میں اس طرح ہونا چاہیے۔اشک غم آنکھ میں مچلتے ہیں۔

جرم تنہا نہیں ہے چہروں کا
آئینے بھی تو رخ بدلتے ہیں

غضب کا شعر ہے، فن اپنے عروج پر نظر آرہا ہے، آئینے کے اس استعارہ میں مضامین کی ایک کائنات سمٹ آئی ہے، مشہور ہے کہ آئینے ہمیشہ سچ بولتے ہیں باوجود اس کے اسی کردار سے شاعر نے اس خلاف نکتہ تلاش کر کے مضمون میں ندرت پیدا کر لی ہے۔

کھاتے رہتے ہیں ٹھوکریں دانا
گر کے نادان پھر سنبھلتے ہیں

اچھا شعر ہے، مضمون بھی عمدہ ہے اور بامقصد ہے، عموماً جسے انسان حقیر سمجھتا ہے، وہ پستیوں سے اٹھ کر ثریا پر پہونچ جاتا ہے، اور جس کی بصیرت ودانائی پر ایک دنیا بھروسہ کر کے بیٹھی رہتی ہے، وہ حماقت کی کھائیوں میں نظر آتا ہے۔

جب بھی سورج کی موت ہوتی ہے
تب ہمارے چراغ جلتے ہیں

لفظوں کی ہیئت ان کی ترکیب اور انتخاب کے لحاظ سے شعر اچھا ہے، لیکن مضمون آفرینی صحیح بات یہ ہے، کہ پیدا نہ ہو سکی۔

زعفرانی سڑانڈ ہے، یارو
خوشبوؤں سے دماغ جلتے ہیں

طنز کے اسلوب میں بڑے سلیقے سے فرقہ واریت اور فسطائیت کو اجاگر کیا

گیاہے اچھا شعر ہے، سیاسی ماحول کا ترجمان۔

خوب سجتا کلام گلشن کا

زخم شعروں میں جب بھی ڈھلتے ہیں

ایک معمولی سے مضمون کو نظم کیا گیا ہے فنی اعتبار سے کوئی خرابی تو نہیں ہاں۔۔ پہلے مصرعے میں اسلوب بالکل عامیانہ اور سطحی ہے، الفاظ کی بندش ایسی ہونی چاہیے کہ شعر دل کی وادیوں میں گھر کر جائے اسے اس طرح کہا جا سکتا ہے،، بوئے فن پھیلتی ہے گلشن میں زخم دل شعر میں جو ڈھلتے ہیں،، مجموعی لحاظ سے پوری غزل عمدہ ہے ہاں بے تکلف اس کا اظہار ضروری ہے، کہ سابقہ غزلوں کی طرح اس رعنائی اور بانکپن محسوس نہیں ہو رہا ہے، رب دو جہاں شاعری میں ارتقاء آشنا فرمائے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

تبصرہ : شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

زندگی رنج والم اور کیف و سرور سے عبارت ہے،، دل کی وادیوں میں کبھی فرحت و انبساط کی ہواؤں سے پورا گلشن لہلہا اٹھتا ہے۔ کبھی اسی گلشن میں خزاں کے موسم ڈیرے ڈالتے ہیں، اور گلشن ہستی پژمردہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ دل میں مختلف رنگوں کے اس احساس کو ظاہر کرنے کے لئے ہر فنکار کی خواہش ہوتی ہے، اور جب مخصوص اوزان پر لفظوں کے ذریعے تصویر سازی ہوتی ہے،، تخیل کی قوت اسے سنوارتی ہے،، تو یہی کیفیات نظم و شعر کی صورت اختیار کرلیتی ہیں، جس میں حسن و عشق کی سرمستیاں اور ہجر و وصال کی کائنات رونما ہوتی ہیں،۔ غم امروز اور فکر فردا کی حکایتیں ہوتی ہیں،، نہاں دل کے سوز دروں بے تاب شعلوں کی روشنی پھیلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے،، حالات حاضرہ کے مسائل زیرِ بحث آتے ہیں،، ماضی کی خطاؤں میں مستقبل کی نتیجہ خیز شاہراہوں کا انکشاف ہوتا ہے۔

زیر نظر کلام میں شاعر نے اپنے اس درد کا اظہار کیا ہے، جو عشق کے نتیجے میں فراق کی شکل میں پیدا ہوا ہے، مثلاً مطلع کا شعر کہ۔ جس میں حسن کے شعلوں کی زد میں ایک شکست خوردہ دل کی داستان سمٹی ہوئی ہے۔

ان کی ناز وادا دیکھتے دیکھتے
ہائے میں لٹ گیا دیکھتے دیکھتے

تاہم اس سے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ شاعر کا قلب محض حسن و عشق کی وادیوں کا مسافر ہے، اور اس کی نگاہ زمانے کے تقاضوں سے بے خبر ہے،۔ بلکہ اس کی نظر حالات پر بھی عقابی نگاہ رکھتی ہے، اور گہرے مشاہدات کے ذریعے اس کے

مختلف کرداروں کو نظم کرتی ہے، جو وفا پرستی کے پردے میں منافقت کے نظریات پر عمل پیرا ہیں، غزل کا مقطع اس دعوے کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے،۔

آج پیسہ ہی کاشف بڑی چیز ہے
جسم بکنے لگا دیکھتے دیکھتے

لسانی اعتبار سے یہ کلام شاعری کی تمام بنیادی خصوصیات سے متصف ہے، اور کافی حد تک مضامین میں ندرت بھی ہے، اور ابتذال سے پاک بھی ہے،۔ حاصل یہ کہ کاشف صاحب کی یہ غزل لائق تحسین وستائش ہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام منان عظیم دیگلور

تبصرہ : شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

کائنات پر بکھری ہوئی خلاق عالم کی نشانیاں، کرہ ارض پر پھیلی ہوئی بے شمار صنعتی رنگینیاں ہر کس و ناکس کو ہمہ وقت دعوت نظارہ دیتی ہیں، مگر انسان کی نگاہیں ان کی حقیقتوں کی تہوں تک پہونچنے سے قاصر رہتی ہیں،۔ان کی صدائے جرس سے ناآشنا رہتی ہیں،۔ مگر انہیں آوازوں کو جب حروف ولفظ کی صورت میں قید کرلیا جاتا ہے، زمین پر بکھری ہوئی صنعتوں کی تصویر کشی ہوجاتی ہے تویکایک وہ نگاہوں میں شعاؤں کی طرح پیوست ہوجاتی ہیں، اور نظروں کے راستے سے دلوں میں اتر جاتی ہیں۔

ادب کے جہان میں اسی فنی عمل کو شاعری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔مذکورہ غزل میں انہیں صداقتوں کو فن کے حوالے سے قوت گویائی عطا کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور شاعر کافی حد تک اس عمل میں کامیاب ہے،۔کسے نہیں معلوم کہ موت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور دنیا کی بے ثباتی روزمرہ کا مشاہدہ۔ مگر یہی حقیقت جب شاعری میں ڈھلتی ہے تو لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہے۔شاعر نے بڑی خوبصورتی سے اسے شعری لباس عطا کیا ہے، مثلاً مطلع میں اس کوشش کا ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

پھٹ گیا بلبلہ دیکھتے دیکھتے
آئے گی یوں قضا دیکھتے دیکھتے

وقت پگھلتی برف کی مانند ہے وہ ہواؤں کی طرح رواں رہتی ہے،۔اس حقیقت کو بھی اس شعر میں شاعر نے بڑے سلیقے سے اجاگر کیا ہے۔

پل میں ہر پل گیا دیکھتے دیکھتے
حال ماضی ہوا دیکھتے دیکھتے

زندگی موت کی تمہید ہے، وہ موت ہی کے سائے میں پرورش پاتی ہے،، اسی کے سائبان میں شباب آشنا ہوتی ہے،۔ اور اسی کی ایک جست میں دنیا کے ہنگاموں سے روپوش ہو جاتی ہے،۔ مگر یہ شعری صنعت کا کمال ہے کہ معمولی سا یہ معاملہ جب تنظیمی سانچے میں ڈھلتا ہے، تو ہر سو تاثر کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو یہ شعر۔

وقت کا اپنے کوئی بھی فرعون ہو
مر گیا مٹ گیا دیکھتے دیکھتے

کشمکش حیات میں وفاداریوں کی تبدیلیاں اب غیر معمولی واقعہ نہیں ہے شاعر نے اس مضمون کو بھی باندھنے کی اس شعر میں کوشش کی ہے۔

مطلبی لوگ تبدیل ہوتے رہے
رخ یہ سوئے ہوا دیکھتے دیکھتے

تاہم دوسرا مصرع سلاست سے اس لیے خالی ہے، کہ لفظوں کا دروبست اس میں پایا نہیں جاتا۔ میرے خیال اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے،۔

جس کی شہرت وفا کے حوالے سے تھی
بے وفا ہو گیا دیکھتے دیکھتے

یہ شعر تو سلاست روانی اور مضمون کی جدت کے حوالے سے غضب کا ہے۔

راحت جاں تھا جو کل تلک آج وہ
۔دشمن جاں ہوا دیکھتے دیکھتے

مقطع کا شعر بھی بہت خوب ہے، جس میں مجروح انسانیت کی لاش مادیت پرستی اور مفاد پرستی کھو کھلی تعمیر پر فریاد کرتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مجموعی لحاظ سے یہ غزل لائق تحسین ہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام فیضان رضا مالیگاؤں

تبصرہ :شرف الدین عظیم قاسمی

لفظ اپنے آپ میں تاب کارانہ قوت حیات سے معمور ہوتا ہے بشرطیکہ ایک معتبر تخلیقی ذہن اور ماہر فن کے ذریعے اس کی ترکیب عمل میں آئے۔اور جب ان صلاحیتوں کے ذریعے تخلیق کا عمل رونما ہوتا ہے،اور شاعر پیکر کو اپنے جذبے کے تحرک احساس کی تابکاری سے ہم آہنگ کرکے تخلیقی عمل سے گذرتا ہے، توفن اپنے پورے شباب پر پہونچ جاتا ہے،اوراسے دنیا شاعری کی معراج کہتی ہے۔

رضا صاحب نے بھی لفظوں کو احساس کے شعلوں میں کندن کرکے انہیں سلیقے سے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے،اور وہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہیں،۔انہوں نے بڑی سادگی سے موجودہ دور کی بے رنگیوں بدعہدیوں،اور بے وفائیوں کی مردہ تفصیلات کی زندگی کی کہانی چند شعروں میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے،۔داخلی کیفیات کے ساتھ ساتھ انہوں نے مخصوص اسلوبی کردار کے حوالے سے اپنے عہد کی سماجی زندگی کے ہنگاموں سے پیدا ہونے والی ذہنی وجذباتی فضا کو نہ صرف اپنا موضوع بنایا ہے، بلکہ حالات کے تناظر میں تمدنی مسائل، تہذیبی ماحول کو بھی اپنی شاعری میں جگہ دی ہے،۔ذیل کے اس شعر میں نفس پرستی کی مکروہ صورت دیکھی جاسکتی ہے۔

مبتلا جو سدا زر پرستی میں تھا
ایسا رسوا ہوا دیکھتے دیکھتے

شعر عمدہ ہے، مضمون اگرچہ اپنے اندر جدت نہیں رکھتا ہے، مگر ہیئت ترکیبی نے ایک طرح سے قدامت میں ندرت کی کرنوں کو سمو دیا ہے،۔تاہم دوسرا مصرع اگر

یوں ہوتا تو میرے خیال میں زیادہ بہتر ہوتا۔،، کتنا رسوا ہوا دیکھتے دیکھتے۔

عشق و محبت اور ہجر و وصال کا موضوع عام ہے، مگر یہی مضمون جب فکر وخیال کی جدت طرازیوں کے نتیجے میں خلق ہوتا ہے تو طرز احساس اور لہجہ و اسلوب میں تازہ کاری کا احساس ہوتا ہے۔ یہ شعر واقعی ملاحظہ کے قابل ہے۔

بے خودی، شاعری، تشنگی، درد بھی
عشق میں سب ملا دیکھتے دیکھتے

شعر میں مضمون آفرینی کے باوجود یہ کہے بغیر رہا نہیں جاتا کہ پہلے مصرعے میں،،درد بھی،،کے بجائے،،بے کلی،، کردیا جائے تو اس کے حسن میں اضافہ ہوجائے گا۔ بہاروں کی آمد اوراس کی رنگینیوں پر یہ شعر بھی عمدہ ہے،۔

پھر گلستان میں آئی تازہ بہار
پھول کھلنے لگے دیکھتے دیکھتے

پہلے مصرعے کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے،،پھر گلستاں میں تازہ بہار آئی ہے،اس سے سلاست اور روانی کا احساس زیادہ ہو گا۔ حاصل یہ ہے،مذکورہ غزل معنوی اور ہیئتی اعتبار سے عام فہم اور سادہ ضرور ہے، مگر ابتذال کی خامیوں سے پاک ہے،،اور باوجود اس کے مقصدیت کے ساتھ ساتھ شعری تقاضوں کو پورا کرتی نظر آتی ہے،۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

غزل،آصف راہی بلڈانہ

تبصرہ :شرف الدین عظیم قاسمی

تنظیمی صلاحیت، الفاظ کو استعمال کرنے کی لیاقت، اوزان کی صحت وسقم پر بصیرت،شاعری کے بنیادی عناصر ہیں،جن سے شعری جہان وجود میں آتاہے،۔جبکہ معیاری شاعری کے لئے تخیل کی بلندی اور مطالعہ کی وسعت تلازم کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مذکورہ غزل میں شاعری کی خصوصیات واضح اشارہ کررہی ہیں کہ شاعر کا وجدان اس کا شعور، نظم کی بنیادی استعداد سے آراستہ ہے،۔یہی وجہ ہے کہ نظم وترتیب،اور مضمون وخیال کے لحاظ سے تمام اشعار عمدہ اور صحت کے معیار پر ہیں،،انہوں نے معاشرے کی ناہمواریوں کو اپنے کلام کا موضوع بنایاہے،اور اس کی تصویر کشی کی کامیاب کوشش ہے،۔

کسے نہیں معلوم کہ دولت اپنے ساتھ کبر ونخوت کا اثاثہ جانکاہ بھی ساتھ لاتی ہے،اور زرو جواہرات کی کھنکتی ہوئی آوازوں میں آفاقی پیغام کی صدائیں عموماً فراموش ہو جایا کرتی ہیں،،اس غیر اخلاقی روش پر انہوں نے پوری قوت سے اس شعر کے ذریعے تیشہ چلایاہے،۔

امیروں کی محفل میں کہنا پڑا ہے
خدا کا ہے،یہ فیض دولت نہیں ہے

محبوب کی بے وفائیوں کے شکوے عاشقوں کی داستان کالازمی باب ہے، آصف صاحب کے دل نے بھی کبھی چوٹ کھائی تھی زخم ایک سوغات تھی، سواس حکایت رنج والم کو شعری پیراہن کے واسطے سے یوں آشکار کیاہے۔خدا کا

ہے، یہ فیض دولت نہیں ہے۔

اسے دوسرا ہی کوئی مل گیا ہے
اسے اب تو میری ضرورت نہیں ہے

تاہم شعر میں جیسی سلاست ہونی چاہیے وہ نہیں ہے،۔میرے خیال میں اگر اس طرح ہوجائے توبرجستگی کا حسن پیدا ہوجائے۔

اسے اب نیا آشنا مل گیا ہے
مرے خانۂ دل کی حاجت نہیں ہے

عدلیہ کا وقار اس کا انصاف ملک کی ترقی وخوشحالی کی علامت ہے بدقسمتی سے ملک میں یہی ستون متزلزل ہے،اس مکروہ چہرے کی بھی شاعر نے عکس بندی کی سعی کی ہے،اور کافی حد تک کامیاب بھی ہیں مثلاً یہ شعر۔

عدالت میں موجود جلاد سارے
یہ مقتل ہیں پیارے عدالت نہیں ہے

پہلے مصرعے میں مضمون آفرینی کے لحاظ سے بلاغت نہیں پائی جاتی ہے اگر اس طرح کردیا جائے توشاید یہ کمی دور ہوجائے۔،،عدالت میں موجود ہیں سارے قاتل۔

مجموعی اعتبار سے کلام عمدہ ہے،،ضبط وترتیب بھی ہے،اور مضمون آفرینی بھی،خیالات کی لہریں بھی ہیں اور جذبوں کی آنچ بھی،

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

نتیجہ فکر۔ماجد رضا دیولگھاٹی
مبصر۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

شوشل میڈیا کے مؤقر ادبی وشعری گروپ میں طرحی مشاعرہ میں بہت سے شعراء کے ساتھ ماجد رضا صاحب نے بھی طبع آزمائی کی ہے،اور اپنے احساسات وجذبات کو شعری پیکر میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے،انہوں نے واردات قلب کے علاوہ معاشرے اور سماج میں تہذیبی واخلاقی پسماندگی کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے،اور اجتماعی وانفرادی کرداروں کو نظم کرکے انہیں اجاگر کیا ہے،اور بہت حد تک اس میں کامیاب بھی ہیں،۔سماجی ناہمواریوں کی تصویر کشی کے حوالے سے بھی اور فن اور تیکنیک کے لحاظ سے بھی۔ کچھ اشعار تو اس کلام میں بہت سلیقے سے نظم ہو گئے ہیں جس میں شعر کی تمام خوبیاں نظر آتی ہیں اور انہیں خوبیوں سے شاعر کی تنظیمی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ان کا کلام بالکل سادہ ہے،یا یوں کہ لیجئے کہ سہل ممتنع کا نمونہ۔جیسے یہ شعر جس میں بدی کے عوض میں نیکی کی اسلامی تعلیمات بڑے سلیقے سے قلمبند ہو گئی ہے۔

محبت کا بدلہ عداوت نہیں ہے
بزرگوں کی میرے روایت نہیں ہے

مصرعہ عنوان تو اس خوبصورتی سے نظم ہوا ہے،جیسے کسی انگوٹھی میں نگینہ جڑ دیا گیا ہو،

بھلایا ہے تونے مجھے دل سے لیکن
مجھے تجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے

عدلیہ میں انصاف کے خون اور دہرے معیار وعدل سے انحراف پر بہت بے باکانہ انداز میں شاعر نے شعر کی زبان میں صدائے احتجاج بلند کی ہے،۔

عدالت میں موجود جلاد سارے
یہ مقتل ہے، پیارے عدالت نہیں ہے

لیکن پہلے مصرعے میں لفظ کی غیر موزونیت شعری حسن کو مجروح کر رہی ہے، اگر اس طرح کہ دیا جائے تو فصاحت آجائے۔ جو منصف تھے اب ہو گئے ہیں وہ قاتل۔

ہجومی تشدد اور اقلیتوں پر اجتماعی حملوں کے نتیجے میں انسانی فریاد اب بین الاقوامی دروازوں پر دستک دے رہی ہے،، شاعر نے اس سلگتے ہوئے ماحول کو محسوس کیااور سانحہ کو تخلیق کا حصہ بنایااور اپنے احساس کو مجسم کرنے کے عمل میں مضمون کو قید کرنے کے حوالے سے کامیاب بھی ہیں تاہم لفظوں کے دروبست اور اس کے تنظیمی حسن سے شعر ابھی بھی خالی ہے جس کی وجہ سے وزن میں بھی کمی محسوس ہو رہی ہے، مثل یہ شعر،، اکیلے بشر پر تم کرتے ہو حملے،، بہتر ہے کہ اسے اس طرح کہا جائے،، نہتے پہ کرتے ہو تم وار مل کر۔

مقطع بھی ایک اچھے مضمون سے مرصع ہے،، وزن اور برجستگی بھی خوب ہے،۔

ہمیشہ رضا کا م غیروں کے آنا
کرو کام بہتر قباحت نہیں ہے

مگر اس پورے شعر میں لفظوں کے حسن انتخاب سے وجدان قاصر رہا اور عوامی لفظوں کی ترتیب بھی سلیقے سے نہ ہو سکی جس کی وجہ سے فصاحت وسلاست نہ آسکی ہے، مناسب ہے، کہ اسے یوں کہا جائے۔

رضا تم کئے جاؤ انساں کی خدمت
کوئی اس سے بڑھ کر عبادت نہیں ہے

مجموعی لحاظ سے غزل عمدہ ہے، تخیلات کی رنگینی بھی ہے، اور اخلاقی شعاعوں کی کرنیں بھی، معانی کی گہرائی بھی ہے اور احساس کی شفافیت بھی۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

شاعر۔۔عامر سہیل موہالہ۔
مبصر۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

اگر تجھ کو مجھ سے محبت نہیں ہے مجھے بھی جا تیری ضرورت نہیں ہے
جہاں بھر میں ڈھونڈ لیا میں نے جانم کہی بھی مگر تجھ سی سیرت نہیں ہے
کرو پیار تجھ سے تجھے پھر بھلا دوں نہیں یار مجھ میں یہ عادت نہیں ہے
چلے جاتا تھا چھوڑ کر کب کی دنیا ابھی رب کی لیکن اجازت نہیں ہے
ترے گھر پہ مہمانوں کی روز آمد خدا کی یہ رحمت ہے آفت نہیں ہے

قلب ایک کائنات ہے، جس میں سرور وفرح کے ساتھ ساتھ رنج والم کے بے شمار پودے اگتے ہیں، تناور درخت بنتے ھیں اور خاکستر ہوتے ہیں،، خارجی عوامل کبھی باد صبا کی طرح اس کی زمین کو چمن کرتے ہیں، تو باد صرصر کے جھونکے اسے خزاں آشنا کرڈالتے ہیں،، مگر ان تمام کیفیات کا محسوس کرنا اور انہیں لفظوں کے ذریعے مجسم کرنا، فن کے واسطے زندگی دیناہر کہ ومہ کے بس کا نہیں ہے،۔یہ کام ایک شاعر ایک ادیب ایک انشاپردازاور ایک مفکر کاحصہ ہے، جس کی نگاہیں بالغ نظراور جس کی بصیرت سمندر کی طرح لامحدود ہوتی ہے،۔شاعر بھی اپنی باریک نگاہ سے معاشرے کے خدوخال،اس کے رویئے،اس کے طرزِ عمل کا جائزہ لیتاہے،اس کے اسباب دریافت کرتا ہے،اور تمام ماحول کی مخصوص اسلوب میں منظر کشی کرتاہے،،ایک اک کرداروں کو روشنی میں لاکراس کے سودزیاں سے انسانیت کوآ گاہ کرتاہے۔

شعر وادب کے حوالے سے باوقار گروپ شمع فروزاں کے پلیٹ فارم سے عامر سہیل صاحب نے بھی اس کوچے میں قدم رکھاہے،اس سفر کاآغازانہوں نے

کب کیا ہے، معلوم نہیں، لیکن اشعار کی ہیئت بتا رہی ہے، کہ آغاز سفر کی مدت بہت تھوڑی ہے، باوجود اس کے تخلیق کی صلاحیتوں کی کرنیں اشعار میں نمایاں ہیں،، انہوں نے وفا اور جفا کی داستان کو چھیڑا ہے، اور کہیں کہیں معاشرے کے کرداروں پر بھی نظر کی ہے،۔

مطلع میں محبوب کی بے وفائی اور طوطا چشمی پر محبت کے وقار کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی غیرت کا اظہار کیا ہے،۔ مثلا

اگر تجھ کو مجھ سے محبت نہیں ہے
مجھے بھی جا تیری ضرورت نہیں ہے

شعر کی صحت کے باوجود دوسرے مصرعے میں ابتذال کا احساس ہو رہا ہے اسے یوں کہا جا سکتا ہے،، مجھے بھی تری اب ضرورت نہیں ہے۔

دوسرے شعر میں شاعر نے محبوب کی امتیازی شان اجا گر کرنا چاہا ہے، مگر وزن کے مخدوش ہونے کے علاوہ جذبات کی عریانیت بھی پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے شعر ابتذال کے حصار میں داخل ہو گیا ہے اس کو ان الفاظ میں کہ دیں تو صحت کے ساتھ ساتھ فصیح بھی ہو سکتا ہے۔

جہاں بھر میں ڈھونڈا تلاشا ہے، ہر سو
تری طرح کوئی بھی سیرت نہیں ہے

کروں پیار تجھ سے۔ یہ شعر عمدہ ہے، سلاست سے معمور ہے،، بہت خوب۔

معشوق کی بیزاری کبھی کبھی عاشق کو مجذوب اور مایوس کر دیتی ہے، اور دنیا اس کی نگاہ میں مٹی کا ڈلا ہو جاتی ہے، وہ ایک لمحے کے لیے یہاں رہنا پسند نہیں کرتا ہے مگر تقدیر الٰہی کے آگے بے بس رہتا ہے، اس کردار کو شاعر نے اس طرح قلمبند کیا ہے،

چلے جاتا تھا چھوڑ کر کب کی دنیا
ابھی رب کی لیکن اجازت نہیں ہے

مضمون کی آسانی کے باوجود لفظوں میں اس کا حسن نہیں آسکا ہے، بلکہ اس طرح ہونا چاہیے۔

ترے غم میں دنیا کو میں چھوڑ دیتا
مگر میرے رب کی اجازت نہیں ہے

مہمان نوازی اسلام کی ثقافت کا خوبصورت عنوان ہے،اس انسانیت ساز تمدن کی ترجمانی اس شعر میں یوں کی گئی ہے۔

ترے گھر پہ مہمانوں کی روز آمد
خدا کی یہ رحمت ہے،آفت نہیں ہے

اس شعر کے پہلے مصرعے میں مہمانوں کے جمع کی وجہ سے وزن سلامت نہیں ہے، یا تو اسے،، مہمان کہا جائے، یا پھر اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ:

ہے مہماں کی آمد ترے گھر پہ پیہم
خدا کی یہ رحمت ہے،زحمت نہیں ہے

مجموعی اعتبار سے شاعر کی کاوش قابل تحسین ہے،، تاہم ہر فن محنت چاھتا ہے،اس فن کو بھی ریاض کی ضرورت ہے، تا کہ شاعری کی صورت میں لمحہ بہ لمحہ حسن کا اضافہ ہوتا رہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام ماجد رضا دیولگھاٹی
شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

زمانے میں دکھاوے کی حکومت کر رہا ہوں میں دکھاوے کی محبت ہے محبت کر رہا ہوں میں
میں قرآں اور سنت پر نہیں کچھ بھی عمل کرتا لڑا کر مسلکوں میں بس شرارت کر رہا ہوں میں
بنا رشوت کے کوئی کام میں ہرگز نہیں کرتا جو رشوت خور ہے اس کی حمایت کر رہا ہوں میں
بتاؤ کیسے برکت آئے گی میری تجارت میں خدا ہے سامنے کھوٹی تجارت کر رہا ہوں میں
نمازوں میں مرا دل کب کہاں لگتا ہے مت پوچھو مگر برسوں سے مسجد کی صدارت کر رہا ہوں میں
خدایا ماں کے قدموں کی مجھے جنت عطا کردے طلب جنت کی ہے مجھکو، کہ خدمت کر رہا ہوں میں
مجھے جنت میں کیسے داخلہ دے گا مرا رب بھی عبادت میں ریاکاری خیانت کر رہا ہوں میں
نہ حق گوئی لبوں پر ہے نہ سچا ہے عمل میرا مگر پھر بھی شریعت کی حفاظت کر رہا ہوں میں
غریبوں کو رضا کچھ لوگ اکثر بھول جاتے ہیں خدا کا قرب حاصل ہو سخاوت کر رہا ہوں میں

شاعری کے رمز شناس مولانا حالی کا قول ہے کہ،،شاعری ایک سلطنت ہے، جس کی قلمرو اس قدر وسیع ہے، جس قدر خیال کی قلمرو،،اس قول کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ فن اخلاقیات، معاشرت، ثقافت، تاریخ و تمدن کے علاوہ ان تمام تصورات کو بھی شامل ہے جو ذہن کے پردے پر مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں،ماجد رضا صاحب نے زیر نظر کلام میں معاشرے کی ہی تصویر کھینچنے کی کوشش کی ہے، جس میں مذہب کے نام پر سوداگری اور اخلاق کے پردوں میں خیانت کا سیاہ کردار عہدے و مناصب کے بلند مقام پر حکمرانی کر رہا ہے،انہوں نے اکثر شعروں میں اپنے احساسات کے احتجاج کو طنزیہ اسلوب میں پیش کیا ہے۔ مطلع کا شعر ہے۔

زمانے میں دکھاوے کی حکومت کررہا ہوں میں
دکھاوے کی محبت ہے، محبت کررہاہوں میں

اصحاب اقتدار کے مجرمانہ عمل اور ان کے مفاد پرست کرداروں کے علاوہ عوام کی جو انتقامی روش ہے، اسے شاعر نے درج بالا شعر میں اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرا شعر آپسی اختلاف وانتشار اور اتحاد کے قلعوں کو ذاتی مفادات پر قربان کرنے کی نام نہاد پیشواؤں کی جو روش ہے، اس کا نوحہ ہے

میں قرآں اور سنت پر نہیں کچھ بھی عمل کرتا

اچھا شعر ہے، اگر اس میں لفظ،، عمل، کو مقدم کرکے اس طرح پڑھیں تو سلاست پیدا ہو جائے گی۔

میں قرآں اور سنت پر عمل کچھ بھی نہیں کرتا

تیسرے شعر میں رشوت خوری کے عمل پر شاعر نے زبردست تیشہ چلایا ہے، شعر عمدہ ہے، پانچویں شعر نے اسلامی تعلیمات وعبادات کے عظیم الشان مرکز مساجد پر قوم کے جاہلوں کے قبضے اور ان کی اخلاقی وعلمی حالت کا نقشہ پیش کیا ہے، اور سماج کے اس رویے پر کرب کا شاعر نے عمدگی سے اظہار کیا ہے۔

مجھے جنت میں کیسے داخلہ دے گا مرا رب بھی
عبادت میں ریاکاری خیانت کررہا ہوں میں

عبادات دل کے جذبات کا آئینہ ہیں، یہ اسی وقت مؤثر اور مقبول ہو سکتی ہیں جب دل کے تمام دنیوی امراض سے محفوظ ھوں نمائشی جذبات کے تحت رونما ہونے والی عبادتیں رسم دنیا تو ہو سکتی ہیں عبادت نہیں۔ اسی مضمون کو ماجد صاحب نے شعری پیراہن عطا کرکے ایک پیغام دینے کی کوشش کی ہے لیکن لفظوں کی سلیقہ مندی جیسی درج بالا شعر میں ہونی چاہیے وہ ہو نہیں پائی ہے، اسے اس اسلوب میں کہیں تو حسن پیدا ہو جائے۔

مجھے جنت کا استحقاق گر ہو گا تو کیوں ہو گا
نمائش ہے، عبادت میں خیانت کر رہا ہوں میں

نہ حق گوئی لبوں پر ہے۔ یہ شعر تہی دامنی کے باوجود ایمانی طاقت کی بنیاد پر کارناموں کا ترجمان ہے، مگر پہلے مصرعے میں لفظوں کا انتخاب دوسرے مصرعے سے ہم آہنگ نہیں ہے اس طرح سے اگر کہا جائے تو درست ہو سکتا ہے۔ عمل سے زہد سے تقوی سے خالی ہے مرا دامن، مگر پھر بھی۔۔۔۔۔حاصل یہ کہ کلام تھوڑے سے سقم کے باوجود مضمون اور معانی کے لحاظ سے قابل تحسین ہے

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم اردو شمع فروزاں

کلام شاہ رخ ساحل تلسی پوری

تبصرہ۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

ادا کچھ اس طرح آقا کی سنت کر رہاہوں میں — مریضوں کی مسلسل اب عیادت کر رہاہوں میں

تصور میں مجھے اکثر یہی محسوس ہوتا ہے — رسول اللہ کے در کی زیارت کر رہا ہوں میں

درود پاک میں جب جب پڑھوں تو اے مرے مولیٰ — مجھے محسوس ہو انکی زیارت کر رہاہوں میں

بھلا کیوں قبر کی تاریکیوں کا خوف ہو مجھکو — کہ جب نور مجسم سے محبت کر رہاہوں میں

بروز حشر امت سے کہیں گے شافع محشر — پریشاں ہورہے ہو کیوں شفاعت کر رہاہوں میں

رہوں میں خلد میں بھی بن کے نوکر اپنے آقا کا — حضور رب یہ ظاہر اپنی حسرت کر رہاہوں میں

کوئی ایسا بھی دن آئے پڑھے جب نعت یہ ساحل — نبی ارشاد فرمائیں سماعت کر رہاہوں میں

نعتیہ کلام کی صنف، فن شاعری کے وسیع افق پر ایسے ہی جگمگارہی ہے، جیسے شب دیجور میں پوری تابانیوں کے ساتھ ماہتاب۔ ہر دور میں اور ہر زبان میں اس صنف کی طرف شعرائے وقت نے توجہ کی ہے، اور دنیاوآخرت کی سعادت تصور کرکے اس فن میں طبع آزمائی کی ہے،، کیا مسلم اور کیا غیر مسلم ہر ایک اس حسن لافانی اور اس جمال جہاں آرا کی کی تصویر کشی کرکے اپنی شاعری کو بلندیوں پر پہنچانے کی کوشش کی ہے،۔چونکہ یہ فن جس قدر عظیم اور رفیع ہے، اسی قدر نازک اور حساس بھی ہے، اس راہ کے مسافروں کے لئے شاعری کی یہ صنف دودھاری تلوار سے کم نہیں ہے، ذرا سی بے احتیاطی سے شاعر جہاں غلو کے حصار میں داخل ہو جاتا ہے وہیں تفریط کے زیرِ اثر اس کا کلام اس ہستی فلک رسا کی مناسبت سے بہت نیچے درجے پر آجاتا ہے

جس کی وجہ سے الفاظ و حروف بجائے توصیف کے تنقید بن جاتے ہیں،، ساحل صاحب کی اس فن میں طبع آزمائی میری نگاہ سے پہلی بار گذری ہے، انہوں نے بڑے سلیقے سے محسن کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں الفاظ و حروف کی تنظیم کی ہے، اور اس ضمن میں معنوی لحاظ سے بھی اور ظاہری ہیئت کے اعتبار سے بھی وہ کامیاب ہیں،، انہوں نے اپنے نظریات اپنے احساسات، اور اپنے جذبات کی اس طرح ترجمانی کی ہے، کہ ہر شعر ان کی عقیدت و محبت رسول کا عکاس بن گیا ہے،، یہ شعر اسی محبت کی کہانی سنا رہا ہے، جو ان کے قلب میں شمع کی طرح فروزاں ہے۔

تصور میں مجھے اکثر یہی محسوس ہوتا ہے
رسول اللہ کے در کی زیارت کررہا ہوں میں

شعر ہر لحاظ سے خوبصورت ہے۔

شاعر نے اپنے شعر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ ساتھ ان پر اپنے کلی اعتماد کا بھی اظہار کیا ہے، اور یہ واضح کرنا چاہا ہے، کہ آپ سے محبت کی روشنی قبر کی وحشتوں اور تاریکیوں کو دور کردے گی، جیسے یہ شعر۔

بھلا کیوں قبر کی تاریکیوں کا خوف ہو مجھ کو
کہ جب نور مجسم سے محبت کررہا ہوں میں

یوم محشر میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہر وہ فرد جس کی زندگی کفر و شرک سے پاک رہی اس کی شفاعت کریں گے، اس عقیدے اور نظریہ کو بھی بڑی خوبصورتی سے انہوں نے ذکر کیا ہے، کہیں لفظی تعقید، اور فنی سقم کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ مثلا یہ شعر

بروز حشر امت سے کہیں گے شافع محشر
پریشاں ہو رہے ہو کیوں شفاعت کررہاہوں میں

مقطع میں بھی بہت خوبی اور فنی چابک دستی سے مضمون آفرینی کی ہے،،ایک طرح سے معانی میں جدت پیدا ہو گئی ہے،،حاصل یہ ہے کہ ساحل صاحب کے تخیل نے اس نعتیہ کلام کو وجود میں لانے کے شاعری کے تمام محاسن کا سہارا لیا ہے،، تسہیل کے اسلوب میں، غنائی لہجے میں، ضبط و ترتیب کی سلاست میں ہر شعر قابل تحسین ہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام یوسف فلاحی ڈونگانوی
تبصرہ شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

عبادت میں کہاں کثرت سے شرکت کر رہا ہوں میں　　مگر برسوں سے مسجد کی صدارت کر رہا ہوں میں

نہ سونا ہے نہ چاندی ہے، نہ تخت و تاج ہیں میرے　　دلوں پر دیکھیے پھر بھی حکومت کر رہا ہوں میں

بلند اسلاف کے کردار، دے کر اپنے بچوں کو　　لیاقت کے حوالے ہی صداقت کر رہا ہوں میں

مرے انصاف کے چرچے کہاں ہیں یونہی دنیا میں　　عزیزوں سے ہی خود اپنے بغاوت کر رہا ہوں میں

مجھے جھوٹوں کی باتوں سے غرض کوئی نہ کچھ مطلب　　میں سچا ہوں، جو سچوں کی حمایت کر رہا ہوں میں

مسافر ہوں مری تقدیر میں خانہ بدوشی ہے　　ہے میرا کام ہی چلنا، جو ہجرت کر رہا ہوں میں

نہیں معلوم ہے مجھ کو کمائی کا طریقہ کیا　　دعائیں رات دن پر خیر و برکت کر رہا ہوں میں

ضرورت ہو تو جھک جاتا ہوں اے مالک ترے آگے　　دکھاوا کر رہا ہوں یا عبادت کر رہا ہوں میں؟

اُدھر تو بھائی ہو کر بھائی کی بھی جان لیتا ہے　　ادھر دشمن کے گھر کی بھی حفاظت کر رہا ہوں میں

فلاحی! لوگ دنیا میں مسل دیتے ہیں پھولوں کو　　مگر یہ دیکھ کانٹوں سے محبت کر رہا ہوں میں

رواں ہفتے بزم شمع فروزاں کے زیرِ اہتمام طرحی مشاعرہ کے انعقاد پر زیر نظر کلام منظر عام پر آیا۔ اور شاعر نے اس موضوع پر طبع آزمائی کر کے اس فن پر اپنی دسترس کا ثبوت فراہم کیا، اپنے احساسات کو تخیل کے سانچے میں ڈھال کر عمدہ تخلیق سے ناظرین کو نوازا ہے، اشعار کی عمدگی اور معانی کی گہرائی نیز لفظوں کی ترتیب وسلیقہ مندی کے حوالے سے کہا جاسکتا ہے کہ موصوف کو اس فن سے مناسبت ہی نہیں بلکہ اس صنف پر گہری نظر بھی ہے ماحول میں اقتدار کی ہوس کی تاریکیاں جو پھیلی ہوئی ہیں وہ سیاسی گلیاروں کے علاوہ دینی مراکز پر بھی اس کثرت

سے حاوی ہیں کہ ان پر نااہل افراد نے طاقت کی بنیادوں پر ناجائز قبضہ کر کے اسلامی تعلیمات کو مسخ کر کے خیانت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں شاعر نے اس حوالے سے اپنے کرب کا مطلع میں بڑی خوبی سے اظہار کیا ہے۔

عبادت میں کہاں کثرت سے شرکت کر رہا ہوں
میں مگر برسوں سے مسجد کی صدارت کر رہا ہوں میں

انسان کا اصلی زیور اس کے اخلاق ہیں، اگر اخلاقی سرمایہ سے وجود آراستہ ہے، تو خود دلوں کے قلمرو میں اس کی فرمانروائی نافذ ہو جاتی ہے اس خوشگوار کردار کی صورت اس شعر میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے

نہ سونا ہے، نہ چاندی ہے،۔۔۔دلوں پر دیکھئے پھر بھی۔۔۔

اولاد کی تربیت معاشرے کے ارتقاء کے لئے بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتی ہے، ایک باپ اپنے بچے کو تربیت سے بڑھ کر کوئی اثاثہ نہیں دے سکتا۔ذیل کے اس شعر میں اسی تعلیم کو اجاگر کیا گیا ہے

بلند اسلاف کے کردار۔۔۔
لیاقت کے حوالے ہی صداقت۔۔۔

سماج کے علاوہ ایمان کے لحاظ سے صداقت کی جو اہمیت ہے، اور کذب وافتراء کے جو سیاہ اثرات ہیں وہ ہر فرد کے مشاہدے میں ہیں، یہ شعر اسی صداقت کے جرأت مندانہ کردار کی تشریح کر رہا ہے۔

مجھے جھوٹے کی باتوں سے۔۔۔
میں سچا ہوں جو سچوں کی۔۔۔

مسافر ہوں مری تقدیر میں خانہ بدوشی ہے

ہے میرا کام ہی چلنا۔۔۔

دنیا ایک مسافر خانہ ہے، یہاں کچھ دیر کے لئے انسان ٹھہرتا ہے پھر اپنے

آخری سفر پر روانہ ہو جاتا ہے اس فلسفے کو اُجاگر کرنے کی شاعر نے کوشش کی ہے اور اس کوشش میں وہ کامیاب بھی ہیں،، تاہم دوسرے مصرعے لفظوں کی ترتیب اگر اس طرح کر دی جائے تو حسن پیدا ہو جائے گا۔ سفر ہے زندگی میری سو ہجرت کر رہا ہوں میں۔

زندگی میں دعا و مناجات بڑی اہمیت ہے اہل ایمان کے لئے تو یہ نسخۂ کیمیا ہے، دعا کی حقیقت اور طاقت کو ذیل کے شعر میں نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

نہیں معلوم ہے، مجھ کو۔۔۔

دعائیں رات دن پر۔۔۔۔۔

لیکن معنوی لحاظ سے خصوصاً دوسرا مصرعہ فصیح نہ ہو سکا اسے یوں کہا جا سکتا ہے

دعاؤں کے سہارے خیر و برکت کر رہا ہوں میں

مقطع کا شعر بہت خوبصورت خلق ہوا ہے، جس میں خود غرضیوں کے علاوہ مفاد پرستی کا مکروہ چہرہ اچھی طرح نمایاں ہو کر رہ گیا ہے، فلاحی لوگ دنیا میں۔۔ مگر یہ دیکھ کانٹوں سے۔۔۔ دوسرے مصرعے میں فصاحت لانے کے لئے اس طرح سے بھی کہا جا سکتا ہے،، یہ میرا ظرف ہے کانٹوں سے الفت کر رہا ہوں میں،، مجموعی لحاظ سے کلام ماحول کا بہترین عکاس اور شاعر کے عمدہ احساسات کا ترجمان ہے، اگر ریاض کا تسلسل رہا تو لطافت اور مضمون آفرینی میں کمال بہت جلد پیدا ہو جائے گا۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلامِ گلشن بیابانی

تبصرہ شرف الدین عظیم

کتنا پیارا کتنا دلکش تھا نظارہ جل گیا سوچتا ہوں جھیل میں کیسے شکارا جل گیا

اک دیا روشن ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے آگ اس گھر کو لگی ایسی کی جو تھا جل گیا

آ گیا سب کے گھروں کی میں بجھا کر آگ جب دیکھتا کیا ہوں کہ سب کچھ میرے گھر کا جل گیا

کیا ضروری ہے کہ شعلوں کو ہوائیں دیجیے ہم نے دیکھا پھول کا شبنم سے چہرہ جل گیا

بے سبب ان کو سنورتا دیکھکر دل نے کہا خاک ڈالو آینے پر حسنِ سادہ جل گیا

بعد مدّت وہ ملے ، مانندِ اک سوکھی ندی وقت کے سورج سے شاید آب سارا جل گیا

آج گلشن میں ہوا ہے اک عجب سا حادثہ برق لہرا ئی نہیں اور آشیانہ جل گیا

زندگی کے سفر میں کیف و سرمستیوں کے گلزار بھی ہیں،اور حوادثات کی آندھیاں بھی،انقلاب زمانہ کی یہ گردشیں کبھی پھولوں کی شبنم اور کبھی رنج و غم کے جھونکوں کی صورت میں احساسات کی زمینوں پر چلتی رہتی ہیں،،ان کیفیات کو سلیقے اور فن کی روشنی میں کوئی صلاحیت جب لفظوں کی غذا فراہم کرتی ہے، تو ادب کی دنیا میں شاعری بن جاتی ہیں۔

مذکورہ غزل بھی انہیں کیفیات کی ترجمان ہے،، محترم گلشن بیابانی ایک زود گو اور اچھے شاعر ہیں،،ان کی شاعری میں احساسات کی لطافت بھی ہے،اور جذبات کی شدت بھی، لفظوں کے برتنے کا سلیقہ بھی ہے،اور اظہار بیان کی قوت بھی،وہ ماحول اور معاشرہ کی برائیوں اور سچائیوں پر بڑی گہری نگاہ رکھتے ہیں،اور پھر تخیل کے سرمائے سے انہیں بڑی آسانی سے نظم کر جاتے ہیں۔

انہوں نے شاعری کو محض افسانوی کرداروں کے دائرے میں نہیں رکھا ہے، بلکہ ماحول کی بے لاگ عکاسی کرکے اسے بامقصد بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے جیسے یہ شعر جس میں لمحوں میں تباہیوں کی داستان کو بیان کیا گیاہے۔

اک دیا روشن ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے
آگ اس گھر کو لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

س جہان رنگ کی یہ خصوصیت ہے، کہ یہاں نیکیوں کا اچھائیوں،وفاؤں کا صلہ محبتوں اور احسانوں کا بدلہ جذبات امتنان کی صورت میں عموماً نہیں ملتا بلکہ خیر خواہی کی راہوں پر چلنے والے سدا آبلہ پا ہو جاتے ہیں،اس المیہ کو اس شعر میں ملاحظہ کریں۔

آ گیا سب کے گھروں کی میں بجھا کر آگ جب
دیکھتا کیا ہوں کہ سب کچھ میرے گھر کا جل گیا

ذیل کا شعر تو بہت عمدہ ہے،اس میں معانی کو نئے لباس میں پیش کرکے مضمون میں ندرت پیدا کردی گئی ہے خوبصورت استعارات سے مزین یہ شعر گلستاں کے مالی کی سازشوں کو بے نقاب کرتا ہے،آپ بھی دیکھیں اور لطف لیں۔

کیا ضروری ہے کہ شعلوں کو ہوائیں دیجیے
ہم نے دیکھا پھول سے شبنم کا چہرہ جل گیا

مقطع بھی بہت شاندار اور شعری صنعت سے مرصع ہے، مضمون میں بھی جدت ہے۔

آج گلشن میں ہوا ہے،اک عجب سا حادثہ
برق لہرائی نہیں اور آشیانہ جل گیا

حاصل یہ کہ یہ غزل آپکو ماحول کی سیر بھی کرائے گی،معاشرے کے مختلف کرداروں سے آشنا بھی کرائے گی،فنی لحاظ سے تمام اشعار رعنائیوں سے معمور ہیں،،اسلوب اور ہیئت میں بھی سلاست اور روانی محسوس ہو رہی ہے،اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے آمین

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام شمع فروزاں

کلام منتظم رونق آبادی
تبصرہ شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

نفرتوں کی آگ میں پھر گھر ہمارا جل گیا جل گی تہذیب ساری اور کنبہ جل گیا
سر اٹھایا تھا بڑی مشکل سے مٹی جھاڑ کر دیکھ کر سورج کے تیور پھر وہ سبزہ جل گیا
پھر کسی معزور کی آنکھیں کہیں پر کھو گیں پھر کسی کے کھیل میں مفلس کا چشمہ جل گیا
دی گی تعلیم نفرت کی جو ہر پل چار سو الفتوں کا باب جو کچھ تھا وہ پورا جل گیا
خواب بستے تھے سنہرے میری آنکھوں میں کبھی وقت کی آتش میں ہر اک خواب میرا جل گیا
ہم خوشی کے واسطے پڑھتے رہے پوری کتاب تھی مگر جس پر لکھی خوشیاں وہ پنّا جل گیا
اک تجلی بھی نہ رب کی کرسکا برداشت وہ اک تجلی سے ہی کوہِ طور سارا جل گیا
کررہا تھا جوش میں آکر بہت دریا غرور پیاس کی شدت سے ذرہ ہی کی دریا جل گیا
دیکھتے ہیں اب پرندے حسرتوں سے اس جگہ جو شجر انکا کبھی تھا آشیانہ جل گیا
منتظم جیسے ہی پہنچا منزلِ مقصود تک تکسر بلندی دیکھ کر دشمن بھی میرا جل گیا

حالات کی خون آشامی، ماحول کی بیگانگی اور سماجی قدروں کی شکست وریخت کا تقاضا ہے کہ ادب اس کی طرف متوجہ ہو، یہ بڑی خوش آئند اور اردو ادب میں فن شاعری کے مستقبل کی خوبصورتی کی طرف مشیر ہے، کہ بڑی تیزی سے تخلیق کاروں کی توجہات اس جانب مبذول ہوئیں زیر نظر کلام بھی سماجی اقدار وروایات کے ویران صحراء میں فکر ونظر کی سیاحت کے جابہ جانقوش قائم ہیں۔ منتظم صاحب نے مشاہدات میں مقید معاشرے کے پست کرداروں کی پیکر تراشی کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور کافی حد تک کامیاب بھی ہیں۔ ملک کی فضائیں فرقہ پرستی کے شعلوں میں جس طرح جل رہی ہے ہر فرد پر عیاں ہے، آتش وآہن کا یہ ماحول مطلع میں

پوری طرح سے اجا گر ہے،۔

نفرتوں کی آگ میں پھر گھر ہمارا جل گیا
جل گئی تہذیب ساری اور کنبہ جل گیا

دوسرے مصرعے میں لفظ کی مناسبت سے یوں بھی کہا جاسکتا ہے۔،،مٹ گئی انسانیت اور شہر سارا جل گیا۔

سر اٹھایا تھا بڑی مشکل سے مٹی جھاڑ کر
دیکھ کر سورج کے تیور پھر وہ سبزہ جل گیا

شاعر نے اس میں زندگی کی ان تلخ سچائیوں کو ظاہر کیا ہے جس میں غربت اور محتاج انسانیت نام نہاد کرم فرمائی میں ہمیشہ کے لیے گمنام ہو جاتی ہے۔

پھر کسی معذور کی آنکھیں۔۔
پھر کسی کے کھیل میں۔۔

یہ شعر بھی اچھا ہے مفلسی عموماً سرمایہ داروں کا کھلونا ہوتی ہے اچھے انداز میں اس کردار کو نظم کیا ہے۔۔

دی گئی تعلیم نفرت کی جو
الفتوں کا باب جو کچھ تھا وہ پورا جل گیا

ملک کی موجودہ صورتحال جس میں فرقہ پرستی اور انتہا پسندی کے عفریت چاروں طرف رقص کر رہے ہیں ان کی موجودگی میں رواداری کہاں تک ٹھہرے گی،اس المیہ کی عکاسی درج بالا شعر میں نظر آرہی ہے۔ لیکن دوسرے مصرعے کو اس طرح کہا جائے تو معانی میں مزید وسعت وضاحت ہو جائے گی۔،،الفت وچاہت کا رنگیں ورق سارا جل گیا۔

معاشرے میں حسد اور دوسرے کی ترقی و کامیابی پر پست جذبات کی پیداوار صحت مند سماج کی علامت نہیں ہوا کرتی،شاعر نے مقطع میں اسی کردار کی تصویر کشی کی ہے۔

منتظم جیسے ہی پہونچا۔ سربلندی دیکھ کر

لیکن حسد دشمنوں میں کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہے، حیرت انگیز بات یہ ہے کہ صفت دوست کے یہاں پائی جائے جوآجکل پیش آتا ہے،اس تناظر میں مصرعہ یوں ہوناچاہیے،،عین لمحہ رنگ بھی سب دوستی کاجل گیا۔ تھی مگر جس پر لکھی خوشیاں وہ پنا جل گیا۔لفظ،،پنا،شعری فصاحت کو مجروح کررہا ہے اس کی جگہ، صفحہ، فا،کے فتحہ اور حا،کے زبر کے ساتھ ہوناچاہیے، مجموعی لحاظ سے کلام عمدہ ہے تخیل کی آنچ سے لیکر جذبات کی شدت ہر شعر سے محسوس ہورہی ہے۔ خداوند عالم مزید ترقیات سے نوازے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام شمع فروزاں

کلام۔۔۔۔۔۔۔۔۔ توحید مسافر
تبصرہ شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

سیم و زر کا جو پشتارا نہ تھا اس لئے میں آپ کو بھایا نہ تھا
درد کا ایسا مزہ پایا نہ تھا ایسا ہو گا فاصلہ سوچا نہ تھا
قطرے قطرے سے سمندر بنتا ہے دریا بھی پیدائشی دریا نہ تھا
ہر قدم مجھ کو ستایا آپ نے کس جگہ آپ کا پہرا نہ تھا
آج کل حالات بگڑے ہیں بہت پہلے تو شاید یہاں ایسا نہ تھا
ڈھونڈتے تھے غیروں میں کوئی رفیق اپنوں میں بھی جب کوئی اپنا نہ تھا
دوریوں میں بھی مسافر ہے قریب پیار تھا ان سے کوئی سودا نہ تھا

جس طرح ایک مصور اور آرٹسٹ کی تصویریں معاشرے کا آئینہ ہوتی ہیں۔اسی طرح شاعری کا فن بھی سماج کا نمائندہ اور اس کی آواز ہوتی ہے،لیکن شاعری اس لحاظ سے برتر اور اعلیٰ ہوتی ہے، کہ وہ کرداروں کی صورت گری کرتی ہے،،وہ معاشرے کے خد و خال کو واضح کرتی ہے،،اس کے زریں کردار کو آشکار کرتی ہیں،اس میں موجود ناہمواریوں سے پردہ اٹھاتی ہے،وہ انسانوں کو صحت مند پیغام دیتی ہے،،ارتقاآشناماحول فراہم کرتی ہے،،مایوسیوں کی تاریکیوں میں امیدوں کے دیئے جلاتی ہے،۔شاعری کے کینوس پر جناب توحید صاحب نے بھی تخیل کا چراغ روشن کیاہے،انہوں نے ماحول کی بے حسی، کرداروں کی پستی،اور مفادپرستی کی مسموم فضاؤں کو محسوس کیاہے،اورانہیں شعری لباس عطا کرکے اردو کی بہترین نمائندگی کی ہے،۔زیر تبصرہ کلام میں انہوں نے مفادات کے ماحول پر سخت تیشہ چلایا ہے،ان کا مطلع اسی سرپرستی پر احتجاجی آواز ہے۔

سیم و زر کا میں جو پشتارا نہ تھا
اس لیے میں آپ کو بھایا نہ تھا
درد کا ایسا مزہ پایا نہ تھا
ایسا ہو گا فاصلہ سوچا نہ تھا

اس شعر میں شاعر نے ہجر و فراق کے درد کو بیان کیا ہے،وصل کی سرمستیاں لمحوں میں فنا ہو گئیں اور فراق کی خلیج میں وجود غرق ہو کر رہ گیا۔ مضمون کوئی نیا نہیں ہے بلکہ شاعری میں یہ کثرتِ استعمال کے باعث عام ہو چکا ہے لیکن اس عمومیت کے باوجود جب اسے نئے اسلوب میں پیش کیا جائے تو جدت پیدا ہو جاتی ہے شاعر نے جدت کی کوشش ضرور کی ہے مگر مصرع اول خوب واضح نہیں ہے اسے اس طرح ہونا چاہیے۔،،راہ الفت میں دلوں کے درمیاں۔۔

زندگی میں معمولی واقعات اور حقیر نظر آنے والی اشیاء بھی اپنے اندر بڑی حیثیت رکھتی ہیں ان کا اجتماع اپنے آخری مرحلے میں بہت طاقتور اور ناقابل تسخیر ہوتا ہے قومیں افراد میں بے معنی ہوتی ہیں مگر انہیں افراد کا اتحاد ناقابل شکست ہو جاتا ہے اس مضمون کو شاعر نے ذیل کے شعر میں باندھا ہے، مگر دوسرے مصرعے میں لفظوں کا درست انتخاب نہیں ہو پایا ہے، جس کی وجہ سے مضمون پامال ہوتا نظر آ رہا ہے۔

قطرے قطرے سے سمندر بنتا ہے
دریا بھی پیدائشی دریا نہ تھا

اس شعر کو اس طرح ہونا چاہیے۔ قطرے ہی سے ہے، سمندر کا وجود۔ ابتدا ہی میں رواں دریا نہ تھا۔

ہر قدم مجھ کو ستایا آپ نے
کس جگہ پر آپ کا پہرا نہ تھا

اچھا شعر ہے شاعر نے سلب آزادی کا شکوہ کیا ہے، کہ اس کی ایک نقل و

حرکت پر بے جا نظر رکھ کر اذیت دی جارہی ہے۔

دوریوں میں بھی مسافر ہے قریب
پیار تھا ان سے کوئی سودا نہ تھا

مقطع کا یہ شعر بہت عمدہ ہے،۔اس میں الفتوں کے تقدس کا اظہار کیا گیا ہے، کہ عشق و محبت کی راہیں مفاد پرستی سے ناآشنا ہوتی ہیں،اور بے لوث تعلق زندگی کے ہر موڑ پر مستحکم اور جاوداں رھتا ھے۔دوریاں بھی اس تعلق کے شعلوں کو ہلکا کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔معنوی اور لفظی ترتیب ہر لحاظ سے یہ شعر خوبصورت ہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

مبصر۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

درد و غم زندگی کے لازمی اجزاء ہیں،اس کے بغیر زندگی حقیقت میں بے کیف ہے،۔اس غزل میں شاعر نے انہیں احساسات کو لفظوں کا پیرہن عطا کیا ہے۔ مطلع میں عشق کا نتیجہ یوں ذکر کیا ہے تو اگر یوں چھوڑ کر جاتا نہ تھا دل مرا پھر اس طرح روتا نہ تھا۔۔ محبوب کی داستان فرقت پر مبنی اس مطلع کے اسلوب میں تبدیلی کر دیں تو لفظوں کی ترتیب عمدہ ہو جائے گی۔

دشت الفت میں یہ دل کھویا نہ تھا
اس کی فرقت میں کبھی رویا نہ تھا

دوسرے شعر میں شاعر نے بے وفائی کا شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ پیار میں تیرے ہے ٹوٹا دل مرا۔شعر اچھا ہے اور اس میں زخم زخم احساسات کا پوری قوت سے اظہار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر لفظوں کے دروبست کی کمی اس میں بھی محسوس ہو رہی ہے،

بے وفائی میں تری ٹوٹا ہے دل۔
اس کو بھی تھی مجھ سے الفت

اچھا شعر ہے ماشاءاللہ ظاہری و معنوی خوبیوں سے معمور ہے۔

یوں اکیلا چھوڑ کر تم جاؤگے
خواب میں بھی اس طرح سوچا نہ تھا

یہ شعر بھی عمدہ ہے۔

قریہ جاں میں پھیلی ہوئی تنہائیوں کی دھوپ کی بہترین عکاسی ہے۔

تم سے مل کر اس طرح مہکی ثنا
جس طرح سے پھول بھی مہکا نہ تھا

مقطع کا مذ کورہ شعر بھی اچھا ہے جس میں عاشق نے محبوب کے لمس کی خوشبو کا بڑے لطیف انداز میں ذ کر کیا ہے دوسرے مصرعے تھوڑی سی لفظ کی ترمیم کر دیں تو حسن میں اضافہ ہو جائے گا۔،،پھول بھی اس شان سے مہکا نہ تھا،، مجموعی لحاظ سے کلام عمدہ ہے کہیں کہیں لفظوں کے انتخاب میں کمی محسوس ہوتی ہے تاہم ریاض جاری رہا تو سلاست اور فصاحت سے مرصع ہونے میں دیر نہیں لگے گی

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔ توحید مسافر
مبصر۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

تاریک شب میں جگنو پکڑنے کو جی کرے آجانا تم کبھی جو ٹہلنے کو جی کرے

آسان کر دیا ہے زمانے نے نیک کام راہِ خدا میں شوق سے مرنے کو جی کرے

حالات لاکھ مجھ کو رلاتے رہے مگر ہمت تو دیکھئے مرا ہنسنے کو جی کرے

جو عشق تھا مرا وہی قسمت تھی اور کی خوش بخت اس رقیب سے ملنے کو جی کرے

علم الیقین ہے کہ نہیں مل سکے گا وہ پھر بھی اسی کی یاد میں رہنے کو جی کرے

رہتا ہوں اس سے بر سرِ پیکار میں سدا جس کا کلی چمن کی مسلنے کو جی کرے

وہ لوگ اس چمن سے کہیں اور جا بسیں تہذیب میری جن کا کچلنے کو جی کرے

جنت میں وہ پئیں گے مسافر لطیف جام جس کا یہاں شراب سے بچنے کو جی کرے

ہر فرد اپنی ذات میں احساسات کی ایک کائنات رکھتا ہے مگر اس کا اظہار وہی کرتا ہے، جو لفظوں سے کھیلنے کا ہنر جانتا ہو۔اس ہنر کے ذریعے احساسات جب پیکر میں ڈھلتے ہیں تو شاعری جنم لیتی ہے۔زیر نظر کلام اسی احساسات کا اظہار ہے جو شاعری کے کینوس پر رونما ہوا ہے، جناب توحید مسافر صاحب نے اس غزل میں قلب کی واردات کے علاوہ، ماحول کی مسموم فضاؤں کی بھی تصویر کشی کی ہے، اور بہت حد تک اس کوشش میں کامیاب ہیں، انھوں نے اس مطلع سے کلام کا آغاز کیا ہے۔

تاریک شب میں جگنو پکڑنے کو جی کرے
آجانا تم کبھی جو ٹہلنے کو جی کرے

وزن، قافیہ کے لحاظ سے شعر درست ہے، مگر مضمون میں کوئی ندرت یا خیال کی لطافت نہیں ہے اس کی جگہ پر مناسب ہے، کہ اس طرح پڑھا جائے۔ تاریک شب میں شمع جلانے کو جی کرے۔آ جاؤ تم کہ چاند سے ملنے کو جی کرے۔

آسان کردیا ہے،زمانے نے نیک کام
راہ خدا میں شوق سے مرنے کو جی کرے

اس شعر میں سلگتے ہوئے حالات، نفرت بھرے ماحول پر طنز کرتے ہوئے شاعر نے کہنا چاہا ہے، کہ ظلم وسفا کیت کے اس ماحول میں شہادت کا راستہ ہموار ہے،اور اسی راستے میں اگر جان کا سودا بھی ہو جائے تو خسارہ نہیں ہے۔

حالات لاکھ مجھ کو رلاتے رہے مگر
ہمت تو دیکھئے مرا ہنسنے کو جی کرے

اچھا اور عمدہ شعر ہے، ہنسنے کے مقابل میں رلانے کے لفظ نے خوبصورتی پیدا کردی ہے۔

جو عشق تھا مرا وہی قسمت تھی اور کی
خوش بخت اس رقیب سے ملنے کو جی کرے

بہت عمدہ شعر ہے،، مضمون میں ندرت اور ترتیب لفظ میں بھی حسن ہے،، مضمون کوئی نیا نہیں ہے مگر اسے بڑے نادر اسلوب میں انہوں نے ادا کیا ہے۔

علم الیقین ہے، کہ نہیں مل سکے گا وہ
پھر بھی اسی کی یاد میں رہنے کو جی کرے

اس شعر میں عشق کی انتہا کا اظہار ہے، کہ محبوب کی بے وفائی کے باوجود دل اسی کی یاد میں غرق رہتا ہے،۔

رہتا ہوں اس سے بر سر پیکار میں سدا
جس کا کلی چمن کی مسلنے کو جی کرے

یہ شعر حق کی حفاظت اور تعمیر وترقی کے جذبات کی ترجمانی کررہا ہے،اور شاعر

حق کی حمایت میں ساری دنیا سے محاربہ گوارا کرلیتا ہے مگر باطل کے آگے جھکنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ شعر اچھا ہے مگر دوسرے مصرعے میں لفظوں کی ترتیب میں حسن نہیں پیدا ہو سکا ہے اسے یوں ہونا چاہیے،، گلشن کے گل کو جس کا مسلنے کو جی کرے۔

مقطع کا شعر تو بہت خوب ہے، عمدہ مضمون باندھا ہے اور بڑے سلیقے سے اجتناب شراب کا پیغام دیا ہے،، حاصل یہ کہ مسافر صاحب کا کلام۔ مجموعی لحاظ سے اچھا ہے، اس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔ساحل تلسی پوری
مبصر۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

ظلم وجفا وطن سے مٹانے کو جی کرے ماحول امن و چین بنانے کو جی کرے

دل میں وفا کے پھول کھلانے کو جی کرے جو غمزدہ ہیں انکو ہنسانے کو جی کرے

نغمے وفا و پیار کے گانے کو جی کرے نفرت کے آشیانے جلانے کو جی کرے

راہوں میں میری جو سدا کانٹے بچھائے ہیں راہوں میں انکی پھول بچھانے کو جی کرے

جانے کشش ہے کتنی نگاہوں میں آپ کی اس جھیل میں تو ڈوب ہی جانے کو جی کرے

برسات ہے بہار کی رت ہے حسیں ہے شام ایسے میں تجھکو پاس بلانے کو جی کرے

رفقاء میں اپنے کرتے ہیں چرچا وہ آج کل ساحل کو پھر سے اپنا بنانے کو جی کرے

انسانی معاشرے پر جب حیوانیت کا تسلط ہوتا ہے، نفرت و تعصب کے شعلوں میں ماحول جب جھلس اٹھتا ھے، انسانیت جب سیاہ کرداروں اور درندہ صفت حرکتوں سے شرمسار ہوتی ہے،، عصمتیں نیلام اور زندگی بے کسی کے عالم میں سسکتی ہوئی نظر آتی ہے تو اس موسم درد و الم ایک آواز بلند ہوتی ہے،، ایک فریاد اٹھتی ہے،، اور لفظوں کے پیرہن میں وہ صدائے احتجاج بن کر دلوں میں ہلچل پیدا کر جاتی ہے،۔ یہ آواز شاعری کے کینوس سے ابھرتی ہے آہ وفغاں کی صورت اختیار کرتی ہے، احساسات کی ترجمان ہوتی ہے۔ یہ کبھی شعلہ ہوتی ہے کبھی شبنم، کبھی چٹانوں کی طرح باطل کے خلاف سینہ سپر ہوتی ہے کبھی ریشم کی طرح لطیف اور نرم ونازک۔

ساحل صاحب کی شاعری میں بھی ہر رنگ نظر آتا ہے، لیکن زیر تبصرہ غزل ماحول کی کج ادائی اور لہو لہو فضاؤں کی عکاس ہے جس میں درد و غم کی تصویریں پوری حشر سامانیوں کے ساتھ نمایاں ہیں ظلم وجفا کے کرداروں کو اجاگر کرتے ہوئے اس مطلع کو دیکھیں۔ جس میں ایک کربناک احساس نے درد کی ردا کس طرح پہنی ہے۔

ظلم وجفا وطن سے مٹانے کو جی کرے
ماحول امن و چین بنانے کو جی کرے
دل میں وفا کے پھول کھلانے کو جی کرے
۔جو غمزدہ ہیں،--------

اس شعر میں شاعر نے شام الم میں وفا کی شمع جلا کر اداس تاریکیوں میں روشنی پھیلانے کا عزم کیا ہے--

نغمے وفا و پیار کے گانے کو جی کرے
نفرت کے آشیانے----

یہ شعر بھی اخلاقیات کا بہترین نمونہ ہے جس میں اخوت ورواداری اور الفت ومحبت کی فضا کے قیام کی تمنا اور آرزو مچل رہی ہے، شعر اپنی ہیئت واسلوب کے لحاظ سے بہت عمدہ ہے۔

راہوں میں میری جو سدا کانٹے بچھائے ہیں
راہوں میں ان کی پھول بچھانے کو جی کرے

یہ شعر بھی شاعر کے احساس جمال کا خوبصورت آئینہ ہے جس میں انسانی اخلاق اور بلند کردار کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے تاہم پہلے مصرعے میں الفاظ کی ترتیب میں سلاست کی کمی محسوس ہو رہی ہے اسے یوں کہا جا سکتا ہے۔عادت ہے جن کی خار بچھانے کی راہ میں۔

جانے کشش کتنی نگاہوں میں آپ کی
اس جھیل میں تو ڈوب ہی------

اچھا شعر ہے، تغزل کا مکمل رنگ نمایاں ہے، اسلوب اور ہیئت بھی خوب ہے، مقطع کا شعر بھی مضمون اور ظاہری ہیئت کے حوالے سے خوبصورت ہے، پہلے مصرعے کو اگر اس طرح کر دیا جائے تو میرے خیال میں حسن میں اضافہ ہو جائے گا محفل میں اپنی کرتے ہیں چرچا وہ آج کل،، حاصل یہ ہے کہ مکمل کلام ظاہری و معنوی خوبیوں اور اسلوب اور طرزِ ادا کے اعتبار سے عمدہ ہے اللہ تعالیٰ مزید سخنوری میں نکھار پیدا فرمائے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلامِ گلشن بیابانی

مبصر۔۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی

ہر زخم مرا ڈھل کے یوں اشعار میں آیا
"سوچا بھی نہ تھا میں نے جو اظہار میں آیا"

اے یار ! تری زلفوں کی مہکار میں آیا
میں دھوپ میں تھا ، سایۂ دیوار میں آیا

دھڑکن یوں بڑھی برق سی رفتار میں آیا
جب اس کا تصوّر دلِ بیمار میں آیا

انکار میں آیا نہ تو اقرار میں آیا
لہجہ یہ عجب سا تری گفتار میں آیا

خواہش نہ تمنّا نہ تو اصرار میں آیا
لگتا ہے کہ دنیا میں تو بیکار میں آیا

کیوں پھر نہ کسی نظرِ خریدار میں آیا
گلشن کا وہی پھول جو بازار میں آیا

شوشل میڈیا پر واٹس ایپ کی شکل میں بے شمار گروپ پانی کے بلبلوں کی طرح ابھرتے اور فنا ہوتے رہتے ہیں۔نہ ان کا کوئی مقصد ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کسی ہدف سے آشنا ہوتے ہیں۔لیکن میڈیا کی اسی بھیڑ میں کچھ ایسے گروپ بھی ہیں،جو کارناموں کی ایک تاریخ رقم کرجاتے ہیں انھیں بزمہائے تاریخ ساز میں بزم شمع فروزاں بھی ہے جو علم وادب اور شاعری کی ترویج میں مصروف ہے

حالیہ طرحی مشاعرہ میں ہر بار کی طرح اس مرتبہ بھی جناب گلشن بیابانی صاحب نے اپنے احساسات ومشاہدات نظم کے پیکر میں ڈھالا ہے، گلشن صاحب ایک قادرالکلام شاعر ہیں،، نغز گو ہیں،، بڑی خوبصورتی سے وہ اپنے جذبات کو شعر کالباس عطا کرتے ہیں،ان کے کلام میں برجستگی بھی ہوتی ہے، نغمگی بھی، روانی بھی ہوتی ہے اور رعنائیوں کا احساس ہوتا ہے۔زیر تبصرہ غزل بھی حسب سابق بڑی معنیٰ خیز اور مقصدیت سے بھرپور ہے، مطلع میں دیکھئے تخیل کے سانچے میں کس قدر آسانی سے احساسات کی دنیا سمٹ آئی ہے۔

ہر زخم مرا ڈھل کے یوں اشعار میں آیا
سوچا بھی نہ تھا میں نے جو اظہار میں آیا

اے یار تری زلفوں کی مہکار میں آیا
میں دھوپ میں تھا سایہ دیوار میں آیا

یہ شعر رنگ تغزل اور رومانیت کا بہترین نمونہ ہے جس میں زلف کے سائے کو شاعر نے راحت جاں کا ایسا سامان قرار دیا ہے، جیسے تپتی ہوئی دھوپ میں کسی کو سایۂ اشجار میسر ہو جائے۔

دھڑکن یوں بڑھی برق سی رفتار میں آیا
جب اس کا تصور دل بیمار میں آیا

یہ شعر بھی حسن مطلع کی حیثیت رکھتا ہے، اور عشق و فراق کا ترجمان ہے کہ رنج فراق میں دل تو بیمار ہو چکا ہے لیکن اسی بیماری کا علاج وصل کے سوا اور کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ اس کے تصور سے دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔

انکار میں آیا نہ تو اقرار میں آیا
لہجہ یہ عجب سا تری گفتار میں آیا

یہ بھی عمدہ مطلع ہے،، مضمون میں بھی جدت ہے، خیال میں بھی ندرت ہے۔

خواہش نہ تمنا نہ تو اصرار میں آیا
لگتا ہے کہ دنیا میں تو بیکار میں آیا

یہ شعر بھی مطلع کے اسلوب میں خلق ہوا ہے اور بہت معنیٰ خیز ہے اور زندگی کا پیغام اور اس کا مقصد پوشیدہ ہے۔ مقطع کا شعر بھی اچھا ہے، مضمون آفرینی بھی ہے کہ دنیا کی نگاہیں صرف ظاہری حسن پر پڑتی ہے، حقیقتوں کا ادراک نہیں کرپاتی ہے، نہ اس کی طرف توجہ کرتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مکمل کلام عمدہ ہے اور لطف یہ ہے کہ ہر شعر میں مطلع کا اسلوب ہے، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ شاعر کا وجود شعری صلاحیت اور تخلیقی شعور سے معمور ہے، اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازیں۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔قیصر امام
مبصر۔۔شرف الدین عظیم قاسمی

کل تک جو تھا چرچا میں وہ اخبار میں آیا
سوچا بھی نہ تھا میں نے جو اظہار میں آیا

نفرت کی نظر سے جسے سب دیکھ رہے تھے
وہ شان سے شاہان کے دربار میں آیا

جو درس دیا کرتا تھا اُلفت کا ہمیشہ
تلوار لیےء شام کو بازار میں آیا

جب لوگ مری فکر کی تقلید میں آے
تب جاکے میرا نام قلمکار میں آیا

تھے جن کی محبت میں گرفتار سبھی لوگ
افسانۂ نفرت کے وہ کردار میں آیا

جو میری نگاہوں میں کھٹکتا تھا ہمیشہ
جاں میری بچانے کو وہ منجدھار میں آیا

قیصر تیرے سینے سے وہ لپٹی رہی شب بھر
کیا تجھ کو ذرا بھی نہ مزہ پیار میں آیا

اردو شاعری کی عمر نسبتاً بہت کم ہے تاہم ادب کی اس صنف نے بے پناہ ترقی کی ہے،،اس صنف نے عہد آغاز ہی سے زندگی کے تمام میدانوں میں معاشرت اور سماج، تہذیب و ثقافت کی بہت مستحکم نمائندگی کی ہے،جناب قیصر امام صاحب کی اس غزل کو پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آج بھی دور تنزل کے اس ماحول میں نہ صرف شاعری نے اپنے وقار کو باقی رکھا ہے، بلکہ اس میدان میں اس نے ارتقاء کی کی راہیں بھی ہموار کی ہیں۔

حالیہ کلام میں قیصر صاحب نے احساسات کی ترجمانی کے علاوہ حالات کی بھی عکاسی کی ہے، مطلع میں انہوں نے چھلکتے ہوئے جذبات پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ کس طرح بے ساختہ دل کی باتیں جو صیغۂ راز میں تھیں زبان پر آ گئیں۔

نفرت کی نظر سے جسے سب دیکھ رہے تھے
وہ شان سے شاہان کے دربار میں آیا

اس شعر میں شاعر نے قدرت کی نیرنگیوں کا ذکر کیا ہے کہ جن لوگوں کو دنیا حقارت کی نگاہوں سے دیکھتی ہے وہ درحقیقت رتبے کے لحاظ سے انتہائی بلند ہے۔

جو درس دیا کرتا تھا۔۔۔۔

یہ شعر سماج میں دہرے معیار اور منافقت سے پردہ اٹھا رہا ہے کہ عموماً معاشرے میں ظاہر و باطن کے درمیان یکسانیت مفقود ہے۔

جب لوگ مری فکر کی تقلید میں آئے۔

صلاحیتیں جب اجاگر ہوتی ہیں اور عوام پر اپنے استحکام اور صحت کے اثرات چھوڑتی ہیں، ریاضات میں ایک عمر گذرتی ہے تب کہیں دنیا اس کے فن کو تسلیم کرتی ہے اس شعر میں اسی فلسفے کی وضاحت کی گئی ہے۔ شعر انتہائی عمدہ ہے خیال بھی ندرت کا حامل ہے۔

جو میری نگاہوں میں کھٹکتا تھا ہمیشہ
جاں میری بچانے کو وہ منجدھار میں آیا

سرپرستی کے اس عہد میں وفا کا سرمایہ نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے شاعر نے اسی بے وفائی کا شکوہ کیا ہے کہ جن سے امیدیں وابستہ تھیں ان کے کردار تو حوصلہ شکن تھے غیروں نے کڑے وقت میں ساتھ دیا ہے۔

مقطع کے شعر میں تغزل کا رنگ نمایاں ہے، اسلوب میں شوخ کرنیں بھی محسوس ہو رہی ہیں، شعر میں خیال کی نزاکت بھی ہے روانی بھی ہے،، مجموعی لحاظ سے غزل حسب سابق خوبصورت ہے،، معنیٰ اور مضمون کے لحاظ سے بھی عمدہ ہے اسلوب اور طرزِ ادا کے اعتبار سے بھی لائق تحسین ہے، اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے آمین

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔۔عرفان دانش
مبصر۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

شاعری درحقیقت خداداد تخیل کی مرہونِ منت ہے، تاہم جب مطالعہ کی وسعت، فن پر دسترس اور عروض سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے تو فن کے معیار پر شاعری پوری اترتی ہے اور اہل دل پر خوشگوار اثرات چھوڑتی ہے۔

مذکورہ بالا اوصاف میں سے جب کوئی صفت مفقود ہوتی ہے تو اس کی روح مجروح اور کبھی کبھی تو بالکل اس کے دائرے سے ہی باہر ہو جاتی ہے۔زیر نظر غزل کے مطالعہ کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ یہ کسی نوآموز کی تخلیق ہے،،شاعر نے یقیناً اپنے احساسات کو شعری پیکر میں ڈھالنے کی پوری کوشش کی ہے اور کہیں کہیں کامیاب بھی ہیں،، لیکن فن کے اصول وضوابط، لفظوں کے دروبست، اوزان ومضامین کے لحاظ سے ابھی ان کا کلام معیار سے نیچے ہے،،اس لئے ابھی اساتذہ کی رہنمائی میں کافی توجہ کی ضرورت ہے اور محنت وریاض کی حاجت ہے،،انہوں نے مصرعہ طرح سے ہی اپنے کلام کا آغاز کیا ہے۔

نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا
نہ نگاہیں تجھ سے ملتیں نہ ہی تجھ سے پیار ہوتا

مذکورہ مطلع میں مصرعہ طرح اور تضمین کے مضمون میں خوب مطابقت نہیں ہو پارہی ہے، ضرورت ہے کہ ابھی تخیل کی آنچ میں ذہن کو پگھلایا جائے۔

نہ میں بنتا کوئی قاتل نہ ہی قتل عام ہوتا
یوں بنا کے ہم کو اپنا جو نہ ہم پہ وار ہوتا

عموماً شعراء کے یہاں لفظ قاتل کی نسبت محبوب کی طرف کی جاتی ہے اور

اس شعر میں اس کی نسبت خود اپنی طرف ہو گئی ہے اس لیے مضمون بے اثر ہو گیا ہے پہلے مصرعے میں مزید مشق کی ضرورت ہے اسے یوں کہ سکتے ہیں نہ یہ دل حزین ہوتا نہ ہی ہوتا عشق رسوا۔ یوں بناکے۔

تو اگر تھوڑی بھی اپنی جو زباں کو روک لیتا

نہ ہی مٹتی تیری ہستی نہ ہی تو شکار ہوتا

پہلے مصرعے میں وزن کے سقوط کی وجہ لفظ،، تھوڑی،، میں واؤ کا ساقط ہونا ہے اسے اس طرح ہونا چاہیے تو اگر ذرا سا اپنی جو زباں کو روک لیتا۔

نہ بکھرتے مسلکوں میں نہ برا یہ حال ہوتا

نہ شکست ہم کو ہوتی نہ یوں دل فگار ہوتا

دوسرے مصرعے میں دل فگار کی ترکیب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس لفظ کا فاعل اور وہ بھی واحد مثلاً،، کوئی موجود ہونا چاہیے یا پھر یوں کہیں، نہ ستم کا دور ہوتا نہ یہ حال زار ہوتا۔

ہوتے ہم جو متحد پھر یوں زمانے میں ابھر کر

تو ہمارا ہند پر بھی کیوں نہ اقتدار ہوتا

اس شعر کا دونوں مصرع بحر سے خارج ہے، مزید اس پر توجہ کی ضرورت ہے مضمون حالانکہ عمدہ ہے، اسی طرح مقطع اور اس سے قبل کے اشعار میں بھی اوزان کی کمی ہے مثلاً،، حال دل،، میں حال کا الف پڑھنے میں ساقط ہوتا ہے ایسے ہی مقطع سے پہلے والے شعر میں لفظ،، تھوڑا،، کا الف بھی ساقط ہو جاتا ہے، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تخلیقات میں کمیوں کا صدور عیب نہیں ہے ہاں ان پر اصرار ضرور عیب ہے اس لیے احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو کر ارتقاء کی راہ پر اپنے قدم بڑھائیں، کامیابیاں یقیناً قدم بوس ہوں گی۔۔۔۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔ہاجرہ نکہت
مبصر۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

اردو زبان کے حوالے سے حکومت کے دہرے رویئے اور قوم کے عام افراد کی بے اعتنائی کو دیکھ کر وجود پر مایوسیوں کی گھٹاؤں کا چھاجانا فطری ہے،، لیکن چند اہل ذوق اور خادمان اردو ادب کے جنون،اور ان کی تخلیقات سامنے آتی ہیں تو بے تاب بجلیوں کی طرح اداس تاریکیوں میں امید کی روشنی اچانک پھیل جاتی ہے،اور پھر دل یہ کہتا ہے کہ ابھی اردو زبان زندہ ہے،ابھی اس کے گیسوؤں کو سنوارنے والے موجود ہیں،،ابھی شاعری کا مستقبل روشن ہے،،زیر نظر غزل اسی انجمن کے نتیجے میں وجود میں آئی ہے،،اور مسلسل ریاض کی بدولت خاصی عمدہ اور بہترین ہے نکہت صاحبہ کا یہ کلام بتارہاہے ان کے اندر شاعری کے اوصاف و کمالات موجود ہیں،اس کلام کا مطلع محبت کے رنگوں سے معمور ہے جس میں محبوب کے وصل کی تمنا کااظہار کیاہے

توجومیرے راستے کا۔۔۔۔۔۔۔

مرے دل کے آئینے پر ترا اختیار ہوتا
تری راہ میں مرا دل مشت غبار ہوتا

مزکورہ شعر میں مضمون تواچھاہے لیکن اس کے اظہار میں لفظوں کی ترتیب صحیح نہیں ہو پائی ہے،اور دوسرے مصرعہ وزن سے ساقط ہو رہاہے اسے اس قالب میں ڈھالا جاسکتاہے۔

مری زندگی مکمل ترے نام پر گذرتی
مرے شہر جاں پہ اے جاں ترا اختیار ہوتا

مرا رابطہ جو تجھ سے یونہی۔۔

شعر تو اچھا ہے مگر بے کیف ہے،، پہلا مصرعہ فصاحت اور مضمون کی جدت سے بالکل خالی ہے، اس کو اس انداز پر کر دیں۔ ہے یہی مری تمنا یہی دل کی آرزو ہے، تری الفتوں کی رہ پر مرا دل نثار ہوتا۔

تری چاہتوں کا خوگر۔۔۔۔۔

یہ شعر انتہائی عمدہ ہے لفظوں کی ترتیب ہیئت بھی خوب ہے، اس کے مضمون کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ غزل کا حاصل ہے، مقطع بھی اچھا ہے اور بڑی عمدگی سے شاعر نے ہجر کے درد کا اظہار کیا ہے مجموعی اعتبار سے پوری غزل خوبصورت ہے، جس کے ہر شعر میں فنکارانہ صلاحیتوں کا اظہار ہوا ہے، اور تخیلات نے ہفت رنگ جلوے بکھیرے ہیں اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے آمین

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام توحید مسافر
مبصر شرف الدین عظیم قاسمی

اردو ادب کی شعری صنف میں جناب توحید مسافر کی شعری آواز محتاج تعارف نہیں ہے، شاعری کے میدان میں انھوں نے ریاضتوں اور محنتوں کے ذریعے اپنے وجود کا احساس دلایا ہے، ان کا شعری سفر بہت تیز رفتار اگرچہ نہیں ہے تاہم جس رفتار سے انہوں نے ترقی کی راہیں طے کی ہیں اسے سست روی کا بھی نام نہیں دیا جاسکتا۔

حالیہ طرحی مشاعرہ کی اس غزل میں ان کی دلچسپی ان کی محنت اور لگن کا رنگ بہت نمایاں ہے، غزل کا اسلوب عمدہ ہے، مضامین بھی اچھے ہیں،، احساسات کے اظہار کی صلاحیت بھی روز افزوں ترقی پر ہے، لیکن اس بات کے اظہار میں تامل مبنی بر انصاف نہیں ہو گا کہ ابھی مزید ریاضت اور مجاہدے کی ضرورت ہے دوسرا مشورہ یہ ہے کہ جب طبیعت موزوں ہو اسی وقت شعر کہنا مناسب ہے اس لیے کہ اس قدر لطیف فن ہے اور اس قدر ناز ک صنف ہے، کہ انتشار کے ماحول کا ذرا بھی تحمل نہیں کر پاتی ہے،، مطلع میں انہوں نے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ہے

دیر سے تو دیر سے پر رابطہ کرتا رہا

لیکن مضمون میں گہرائی نہیں ہے یا مصرع احساس کی ترجمانی سے قاصر ہے، بات یہاں مبہم ہے، اسے اس طرح ہونا چاہیے،، غیر کی نظروں سے بچ کر رابطہ کرتا رہا۔ عشق ان سے باضابطہ کرتا رہا۔

بے وفائی میں رہا اور میں وفا کرتا رہا
وار ان کا اس لیے اکثر خطا کرتا رہا

مضمون عمدہ ہے، لیکن پہلے مصرعے میں اس کی وضاحت نہیں ہو پا رہی ہے،، اور ابہام کی شدت کی وجہ سے مصرع بے معنی سا لگ رہا ہے۔اس کو اس انداز میں کہیں تا کہ لفظوں کی بندش سے حسن پیدا ہو جائے،، وہ جفا کرتا رہا اور میں وفا کرتا رہا۔

نہلے پہ دہلا ہو جیسے یوں ہوا اس کا ستم
وہ مجھے پیہم ہی درد و غم عطا کرتا رہا

اس شعر کا بھی پہلا مصرع مضمون کے لحاظ سے ناقص ہے دوسرے اشعار میں بالکل سوقیانہ جملوں سے احتراز ہی بہتر ہے،اسے یوں کیوں نہ کہ دیں،،، کیا سنائیں ہم پہ کیا گذری ہے راہ عشق میں۔

دیگر اشعار تخیلات اور معانی اور جملوں کی ساخت و ترتیب کے لحاظ سے عمدہ ہیں، رنگ تغزل بھی نمایاں ہے،، لفظوں کی بندش اور احساسات کے اظہار کی قوت کی تابکاری بھی محسوس ہو رہی ہے،، اللہ تعالیٰ مزید اس فن میں مہارت کا سرمایہ عطا فرمائے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔صابر جوہری بھدوہوی
مبصر۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

مری آنکھ سے مرا غم جو نہ آشکار ہوتا
مرا دامن تحمل کہاں داغدار ہوتا

کبھی اسطرح جہاں میں نہ ذلیل و خوار ہوتا
تو بوقت آخر شب اگر اشک بار ہوتا

نہ ظہور عشق ہوتا تو یہ رونقیں نہ ہوتیں
نہ چمن میں پھول کھلتے ، نہ یہ آبشار ہوتا

کبھی تتلیوں کی صورت، کبھی خوشبوؤں کی صورت
تری جستجو میں میں بھی کبھی بے قرار ہوتا

مری زندگی میں ہر دم پھر اجالے رقص کرتے
مرے صحن دل میں گر تو کبھی جلوہ بار ہوتا

تری شخصیت جہاں میں بڑی باوقار ہوتی
تو مصیبتوں کے ماروں کا جو غم گسار ہوتا

یہ ستارے، چاند، سورج مجھے آکے سجدہ کرتے
کبھی تیرے عاشقوں میں جو مرا شمار ہوتا

ترے فن شاعری میں کہاں آسماں سی وسعت
ہنر آشنا جو ہوتا تو یہ باوقار ہوتا

جو نہ پھول کی حفاظت کا خیال ہوتا رب کو
کہاں شاخ گل پہ صابر ! یہ وجود خار ہوتا

صابر جوہری صاحب کی ذات شعری استعداد وصلاحیت کے حوالے سے محتاج تعارف نہیں ہے وہ ایک قادر الکلام نغز گو،اور عمدہ شاعر ہیں،ان کا وجود تخیل کی دولت،اظہار بیان کی قوت،اور احساسات وجذبات کو شعری کینوس پر سلیقے سے پیش کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہے،ان کے کلام میں بلا کی جاذبیت،سلاست اور مضامین کی ندرت پائی جاتی ہے،وہ جب حالات حاضرہ کی عکاسی کرتے ہیں تو بھی اور واردات قلب کا اظہار کرتے اس وقت بھی رعنائیوں کے قافلے ان کے کلام کے جلو میں صف بستہ کھڑے رہتے ہیں زیر تبصرہ غزل میں بھی وہی نغمگی اور رومانیت پورے جمال کے ساتھ محسوس ہو رہی ہے جو ان کا طرۂ امتیاز ہے مطلع میں انہوں نے بڑے سلیقے سے اس مضمون کو باندھا ہے کہ سماج کے بخشے ہوئے رنج والم کا اظہار عشق کی غیرت کے خلاف ہے مگر آنکھوں نے اس غم کو ظاہر کرکے تحمل کے بھرم کو توڑ دیا۔

مری آنکھ سے مرا غم جو نہ آشکار ہوتا
مرا دامن تحمل کہاں داغدار ہوتا

فنی لحاظ شعر عمدہ ہے مضمون بھی زبردست ہے!۔

کبھی اس طرح جہاں میں نہ ذلیل وخوار ہوتا
تو بوقت آخر شب اگر اشک بار ہوتا

نہتائی جامع اور خوبصورت شعر ہے اس میں جہاں سہل ممتنع کی خوبیاں نظر آرہی ہیں وہیں بڑی سادگی اور سلیقے سے یہ فلسفہ بتایا گیاہے کہ زندگی کی کامیابی کا راز خلاق عالم کی بندگی اور اسی سے تعلق استوار رکھنے میں پنہاں ہے،،،اشک بار،،سے تہجد کی نماز کا کنایہ واقعی فن کانمونہ ہے۔

نہ ظہور عشق ہوتا تو یہ رونقیں نہ ہوتیں
نہ چمن میں پھول کھلتے نہ یہ آبشار ہوتا

خوبصورت شعر ہے،جس میں دنیا کی رنگینیوں،اوراس کی جمالیاتی کرنوں کو عشق کا نتیجہ قرار دیاہے کہ روئے زمین کے تمام حسن کے جلوے اسی عشق کے رہین منت ہیں۔

کبھی تتلیوں کی صورت، کبھی خوشبوؤں کی صورت
تری جستجو میں میں بھی کبھی بے قرار ہوتا

اس شعر میں عشق کا سوز دروں اور تغزل کا رنگ سمٹ آیا ہے،حسن ترتیب،لفظوں کے ذریعے پیکر تراشی کا خوبصورت فن پارہ ہے۔

مری زندگی میں ہردم پھر اجالے رقص کرتے
مرے صحن دل میں گر تو کبھی جلوہ بار ہوتا

رومانیت اور نغمگی کی شعاعوں سے بھرپور عمدہ شعر ہے کہ محبوب کی خیالی صورت دل کی وادیوں کو بہار آشنا کردیتی ہے۔حاصل یہ کہ پوری غزل سلیقہ مندی،نظم کی صفت،شاعری کے فن،احساسات کے جمال، تخیل کی بلندی پروازی، تشبیہات واستعارات کے لحاظ سے معیاری مقام پر نظرآتی ہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔ نکہت بنت خاطر بھٹکلیس
مبصر۔۔شرف الدین عظیم قاسمی

شاعری کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اس نے جہاں رخسار و گیسو اور جام وسبو کی داستانوں کو محفوظ کیا،،حالات حاضرہ اور معاشرے کے کرداروں کی نمائند گی کی ہے، وہیں اس نے قلب کی واردات اور احساسات وجذبات کو بھی لفظوں کالباس دے کرانہیں زند گی عطا کی ہے۔

مختلف کرداروں کو اور نہاں خانہ دل کے جذبات کو شعری پیکر میں ڈھال کر فن سے آشنا کرنے والی شاعرہ محترمہ نکہت صاحبہ اسی کارواں کا ایک فرد ہیں،ادب جس کا مزاج اور شاعری جس کی روح ہوتی ہے،۔ذیل کی غزل ان کے شعری دلچسپی اور فن سے وابستگی کی عمدہ مثال ہے، جس میں انہوں نے اپنے احساسات کوبڑے سلیقے سے شعری آہنگ عطا کیا ہے۔

خود سے کیا کہتا رہا دل اور کیا کرتا رہا
نفس کے ہاتھوں میں آ کر سو خطا کرتا رہا

مطلع کا شعر ہے اور مناسب ہے لیکن ابھی مزید اس میں حسن پیدا کرنے کے لئے لفظوں کی بندش کی ضرورت ہے اس میں اس خیال کو انہوں نے پیش کیا ہے کہ دل جب نفس کے ہاتھوں میں ہوتا ہے تو خطاؤں کے دروازے کھل جاتے ہیں، تنبیہ واصلاح کا سائبان بکھر جاتا ہے۔

گلستاں کا جرم کیا ہے،یہ بتادے اے خزاں
پھول کو ڈالی سے ہردم کیوں جدا کرتا رہا

مضمون اس شعر میں تو عام سا اور روایتی ہے، لیکن فنی لحاظ سے دوسرے مصرعے میں لفظوں کی بندش اور ان کے انتخاب کی بھی کمی ہے،اور خزاں چونکہ

مؤنث ہے،اور دوسرے مصرعے میں اسے مذکر قرار دیا گیا ہے جس کی وجہ سے شعر میں نقص پیدا ہو گیا ہے،اسے یوں ہونا چاہیے،، گلشن ویراں میں گل تجھ سے گلا کرتا رہا۔

ہے یہی میری حقیقت میں ہوں اک مشت غبار
رابطہ پھر دل جہاں سے کیوں روا کرتا رہا

شعر کا پہلا مصرعہ انتہائی فصیح ہے،اور خوبصورت ہے، مگر دوسرے مصرعے میں لفظوں میں شاعری کا آہنگ نہیں آسکا ہے، مضمون کی تکمیل کے لحاظ سے بھی اور ترتیب کے اعتبار سے بھی۔ضرورت ہے کہ ابھی اسے مزید خوبتر کرنے کی کوشش کریں۔

خوب تر منظر دیا تھا تونے آنکھوں کو کبھی
پھر وہ منظر کیوں بھلا مجھ سے جدا کرتا رہا

اچھاشعر ہے،،،خوبتر،، کی جگہ خوشنما،،ہونا چاہیئے،شعر میں شاعر نے محبوب کی بے وفائی کا شکوہ کیا ہے،پہلے تو محبتوں کا سبز باغ دکھایا بعد میں رفتہ رفتہ رویئے میں تبدیلی پیدا کرلی۔

اس نے پائی آخرت میں سرخروئی دوستو
جو خدا کے نام پر جاں کو فدا کرتا رہا

بہت عمدہ اور زبردست شعر ہے،اسلامی تعلیم کی اور خصوصاً آخرت کے انقلابی عقیدہ کی بہترین نمائندگی اس کے ذریعے کی گئی ہے، مقطع کا شعر بھی اچھا ہے جس میں محبوب کی بے وفائی اور طوطا چشمی کے باوجود دل کی تڑپ ہے، کہ اس کے دیار کا رخ کرنے پر مجبور کرتی ہے، تاکہ صرف ایک جھلک ہی اسے دیکھ کر قرار حاصل کرلے،اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔۔۔۔۔۔استاذ الشعراعامل سلطان پوری

مبصر۔۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

اک گھٹا سی چمن پہ چھائی ہے کس کی زلفوں کی رو نمائی ہے

اُس نے رخ سے ردا ہٹائی ہے چاندنی میں فضا نہائی ہے

ایک سرخی سی ان پہ چھائی ہے لگتا ہے میری یا د آ ئی ہے

ہم بھی ہیں تم کو چاہنے والے بات تم سے یہی چھپائی ہے

پھر وہی تیغ و نیز ہے یارو پھر وہی جذبِ آشنائی ہے

جلنے کا غم عبث ہی کر تے ہو آ گ تم نے ہی تو لگائی ہے

دیکھ کر حسن یار کا عاملؔ چاند نے بھی کہا دہائی ہے

فکر و نظر اور علم و ادب کے حوالے سے محترم عامل سلطان پوری کا نام ان کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے،،جہان اردو ادب کا خطۂ شاعری ان کے فنی فکری، شعری، اور ادبی آوازے سے گونج رہا ہے،،ان کی شخصیت جہاں نثر نگاری کے حوالے سے ممتاز مقام پر ہے، وہیں صنف شاعری میں بھی ان کی فتوحات کا علم لہرا رہا ہے۔

اس وقت ان کی ایک غزل نگاہوں کے سامنے ہے،،ذہن آج کشمکش میں ہے، کہ ایک ایسے استاذ فن جس نے جانے کتنے خام پتھروں کو صیقل کر کے لولوءَ مرجان میں بدل ڈالا ہے، کتنے ادب کے طالبعلموں نے اس در سے شاعری کا اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہے اور ہنوز کر رہے ہیں، جو ادیب نہیں بلکہ ادیب ساز اور شاعر نہیں بلکہ شاعر ساز ہے،۔۔۔۔اس کے کلام پر تبصرہ اگر کیا جائے تو کیوں کر لکھا جائے اور کیا لکھا جائے، زمین پر بیٹھ کر آسمان کی تصویر کشی محال نہیں تو مشکل ضرور ہے، مگر چونکہ بزم کے مدیر کے حکم کی تعمیل بھی ضروری ہے اس لیے یہ جسارت بھی کرنی پڑ رہی ہے،۔

اک گھٹا سی چمن پہ چھائی ہے
کس کی زلفوں کی رونمائی ہے

مطلع کے اس شعر میں حسن زلف کی ایسی تصویر کشی کی گئی ہے کہ سیاہ گھٹاؤں کی صورت میں اس کا پورا جلوہ نمایاں ہو کر رہ گیا ہے۔

اس نے رخ سے ردا ہٹائی ہے
چاندنی میں فضا نہائی ہے

زبردست شعر، رخسار حسن کی قوس قزح، اس شعر میں پورے شباب پر نظر آرہی ہے،، زلف کو رداا اور رخسار کو ماہتاب سے تشبیہ دے کر واقعی اسے غزل کی صورت عطا کی ہے۔

ایک سرخی سی ان پہ چھائی ہے
لگتا ہے میری یاد آئی ہے

یادوں کے چراغ جلنے سے جو اثرات یا جو تبدیلی ایک انجانی سی بے نام کیفیت کے باعث چہرے پر ہویدا ہوتی ہے اس سے تو ہر وہ فرد واقف ہے، جو اس راہ کا مسافر ہو لیکن اس کا اظہار۔۔۔۔یہ ایک فنکار ہی کا حصہ ہے۔

دیکھ کر حسن یار کا عالم
چاند نے بھی کہا دہائی ہے

قیامت کا مقطع ہے، مضمون کے لحاظ بھی اور ظاہری دروبست کے اعتبار سے بھی، انسانوں کے حسن سے چاند کا شرمانا اگرچہ عام مضمون ہے، لیکن یہی جب سلیقے سے بیان ہوا ہے، تو فن بن گیا ہے،، مجموعی لحاظ سے پوری غزل شعر کے اعلیٰ معیار پر ہے، آسان روزمرہ کے لفظوں کو بڑی خوبصورتی سے نظم کی لڑی میں پرو دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے آبشاروں کی روانی، دریاؤں کی سلاست، باد صبا کی نرمی اور کلیوں کی لطافت سب کچھ سمٹ آیا ہے، ظاہر ہے یہ تخیلات کی بلندی اور احساسات کے جمال کا نتیجہ ہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔واجدہ تبسم صاحبہ
مبصر۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی

آج پھر تیری یاد آئی ہے پھر اداسی سی دل پہ چھائی ہے
جب سے دیکھا ہے تجھ کو نظروں میں تیری تصویر ہی سمائی ہے
آج پھر ہم کو اس کی آنکھوں میں بیقراری نظر تو آئی ہے
ڈوب کر کوئی بھی ابھر نہ سکے یہ محبت اک ایسی کھائی ہے
آنے والی ہے رت بچھڑنے کی ورنہ کیوں آنکھ ڈبڈبائی ہے
تم کو اب دل سے ہم بھلا دیں گے بھول جانے میں ہی بھلائی ہے
کون خوش رہ سکا محبت میں اس کا انجام ہی جدائی ہے
اعتبار اٹھ گیا ہے الفت سے خوب رسم وفا نبھائی ہے
کی تبسم نے حد وفاؤں کی تیری فطرت میں بے وفائی ہے

اردو شاعری کے افق پر عصر حاضر میں جن سخنوروں کی خدمات ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں، ان میں ایک نمایاں نام محترمہ واجدہ تبسم کا بھی ہے،، انہوں نے اپنی شعری تخلیقات کے ذریعے غزل کی روایتوں کو استحکام عطا کیا ہے، اس کے گیسوؤں کو سنوارنے میں اہم کردار عطا کیا ہے، غزل میں تخیلات کے ہفت رنگ مضامین و معانی کے ذریعے انہوں نے نہ صرف شاعری کی اس صنف وسعت بخشی ہے بلکہ خیالات میں لطافت و جدت کے ذریعے نئے امکانات کے در بھی وا کئے ہیں۔ زیر نظر غزل بھی ان کے بلند تخیل کی عکاس ہے،، آیئے ایک نظر اس کا بانکپن دیکھتے چلیں۔

آج پھر تیری یاد آئی ہے
پھر اداسی سی دل پہ چھائی ہے

مطلع میں سہل ممتنع کے اسلوب میں بڑی خوبی سے ہجر کا بیان کیا گیا کہ محبوب کی یاد پورے وجود کو سوگوار کر جاتی ہے۔

جب سے دیکھا ہے میری نظروں میں
تیری تصویر ہی سمائی ہے

ماشاءاللہ عمدہ شعر ہے، ہر حرف رنگ تغزل میں ڈوبا ہوا ہے،، معشوق کی جلوہ آرائی کی پورے وجود پر حکمرانی ہے۔

اعتبار اٹھ گیا ہے الفت سے
خوب رسم وفا نبھائی ہے

بہت عمدہ گرہ ہے،، سلاست بھی ہے،، روانی بھی،آسان اسلوب میں مضمون آفرینی بھی ہے، جاذبیت بھی ہے، اس مختصر سی تضمین میں محبت کے نام پر تجارت کی عمدہ تصویر کشی کی گئی ہے حاصل یہ ہے کہ مجموعی لحاظ سے پوری غزل شاعری کے معیار پر ہے اس عمدہ غزل پر بے شمار مبار کباد

شرف الدین عظیم قاسمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔اسد مالیگ
مبصر۔۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی

شاعری کا بنیادی حسن اس کی لطافت اور اس کی تنظیمی ہئیت ہے، یہ صفت جس قدر زیادہ ہوتی ہے، کلام اسی قدر خوبصورت ہوتا ہے، اور یہی عناصر شاعری کی معراج عطا کرتے ہیں،، زیر نظر غزل اپنی ساخت اور وزن کے لحاظ سے بہترین ہے، لیکن ابھی لطافت اور تخیلات کی جو بلندیاں ہوتی ہیں، وہ مفقود ہیں، تاہم شاعر نے اس کاوش میں جگر کو جلایا ضرور ہے،۔ مطلع میں انہوں نے فراق کے نتیجے میں آنسوؤں کی برسات کا ذکر کیا ہے، لیکن پہلے مصرعے میں لفظ سوقیانہ سا لگ رہا ہے لفظوں کے انتخاب میں بھی حسن شعر کو بہت دخل ہے،۔

دھجیاں پیار کی اڑاتے ہو
خوب رسم وفا نبھائی ہے

اچھا شعر اور اچھی تضمین ہے، عام لفظوں میں بے وفائی کی شکایت ہے۔

پیٹھ پر جس نے میری وار کیا
لوگ کہتے ہیں میرا بھائی ہے

ماشاءاللہ بہت زبردست شعر ہے،، سہل ممتنع کے اسلوب میں مضمون کی ایک دنیا سمٹ آئی ہے، کہنا چاہیے کہ یہ شعر فنی اور معنوی ہر لحاظ سے حاصل غزل ہے۔

خواب آنکھوں میں چند ٹوٹے سے
عمر بھر کی یہی کمائی ہے

یہ عمدہ شعر ہے، مضمون میں جدت ہے، مگر مصرع اولیٰ میں لفظوں کی ترتیب جمالیاتی ہئیت سے محروم ہے، اسے اس طرح کہ دیں۔،، خواب بکھرے ہوئے ہیں آنکھوں میں۔

آج پھر نیند روٹھ جائے گی
آج پھر اس کی یاد آئی ہے

بہترین اور معیاری شعر ہے، مضمون بھی عمدہ ہے، اور بڑے سلیقے سے نظم ہوا ہے، سلاست وجاذبیت کی کرنیں بھی اس شعر میں محسوس ہو رہی ہیں۔

اور بڑھنے لگی ہے تاریکی
تم نے کیسی شمع جلائی ہے

خوبصورت شعر عمدہ تخیل ہے، مضمون میں بھی جدت آفرینی ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ بہت معنیٰ خیز ہے یہ شعر جس میں مختصر سے مصرعوں میں موجود مغربی اور روشن خیالی کی تہذیب کو اس کے ترقی معکوس کو سمیٹ دیا گیا ہے۔ مجموعی لحاظ غزل عمدہ ہے، کچھ اشعار تو غضب کے ہیں اس کلام پر بے شمار مبارکباد

شرف الدین عظیم قاسمی

آن لائن طرحی مشاعرہ زیر اہتمام بزم شمع فروزاں

کلام ۔۔ گلشن بیابانی
تبصرہ ۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

اردو زبان کی یہ خاصیت رہی ہے کہ ہر دور میں حالات کی ناساز گاری اور ماحول کی بے اعتنائی کے باوجود نہ صرف یہ کہ پوری قوت سے ہمیشہ اپنے وجود کا احساس دلایا بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی حیات ہمیشہ ارتقاء آشنا رہی ہے،، عہد ماضی کی طرح عصر رواں میں بھی اس کی زلف پریشاں کو سنوارنے والوں کی ایک جماعت موجود ہے،اسی فکر وفن کے قافلے کے ایک فرد کا نام،، گلشن بیابانی،، بھی ہے،، موصوف نے شوشل میڈیا کے ذریعے اردو کی انتہائی مقبول صنف شاعری کو اپنے اشعار سے نہ صرف استحکام عطا کیا ہے بلکہ اپنے قیمتی کلام سے شعری کائنات میں خوبصورت اضافہ بھی کیا ہے۔

ذیل کی یہ غزل بھی اسی سلسلہ خدمات کی ایک کڑی ہے،جسے بڑی خوبصورتی سے موصوف نے تخلیق کیا ہے۔اس غزل کے مطلع ہی میں بہترین تضمین کی صلاحیت کا انہوں نے ثبوت پیش کیا ہے۔اور عشق میں سود وزیاں سے بے اعتنائی کی جو صفت عاشق کے دل میں دل میں پائی جاتی ہے اسے عمدہ اسلوب میں نظم کیا ہے۔

ہوتی رموز عشق میں سود وزیاں نہیں
ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گماں نہیں

حالانکہ مجھ پہ کوئی بھی بار گراں نہیں
کیسے کہوں کہ پھر بھی طبیعت رواں نہیں

یہ شاعر کی اس داخلی کیفیت کا ترجمان ہے جسے حقیقتا کوئی نام نہیں دیا جاسکتا، کہ محبت میں ایک ایساوقت بھی آتا ہے، کہ محبوب کا آنا بھی قیامت اور جانا بھی قیامت۔

واقف ہیں ایک دوجے کے حالات سے مگر
کوئی کسی کے سامنے کرتا بیاں نہیں

معنوی اعتبار سے اس شعر میں بڑی وسعت ہے ملک کی موجودہ سیاست کا آئینہ بھی ہے، اور وصل یار کی زندہ کہانی بھی۔

گردن جھکا کے دل کو جو دیکھا تو آپ تھے
ویسے تو میں نے آپ کو ڈھونڈا کہاں نہیں

خوبصورت اور بہترین شعر رومانیت اور نغمگی سے بھرپور، جس میں عشق اپنی انتہا پر نظر آرہا ہے اسی وارفتگی میں وہ یہ بھول جاتا ہے کہ جسے ساری دنیا میں وہ تلاش کرتا ہے، وہ اس کے دل کا مکین ہے،۔

والد کے انتقال پہ محسوس یہ ہوا
جیسے کہ میرے سر پہ رہا آسماں نہیں

مقصدیت سے بھر معنیٰ خیز شعر ہے جس میں مشرقی اقدار اور اس کی افکار کے علاوہ اسلامی تعلیمات کی اخلاقی کرنیں بھی سمٹ آئیں ہیں!۔

گلشن وہ کیوں نہ اجڑا بیابان سا لگے
موجودہ جس میں رہتا کبھی باغباں نہیں

مقطع کے اس شعر میں موصوف کی شعری صلاحیت پورے شباب پر نظر آتی ہے، جس میں انہوں نے اپنے تخلص کو شعری معنویت کے لئے بڑی چابکدستی سے استعمال کرلیاہے، یقیناً شعری سفر میں اس طریقہ کو بڑی اور مقام حاصل ہے، گلشن صاحب نے اس روش کے ذریعے اپنی عظمتوں میں اضافہ کیاہے،۔

مجموعی لحاظ ان کی پوری غزل ظاہری معنوی اور شعری محاسن کے لحاظ سے معیاری مقام پر ہے۔۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔۔بزم شمع فروزاں

کلام۔شاداب انجم
گفتگو۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

ہر فن ریاضت چاہتا ہے اس کے بغیر کوئی فن ارتقاء سے آشنا نہیں ہو پاتا ہے، زیر نظر غزل شاداب صاحب کی فکر کا نتیجہ ہے غزل کے مضامین اس کی تکنیکی ہیئت، اور لفظوں کی بندش سے اندازہ ہوا کہ انھوں نے شاعری کے میدان میں تیز رفتاری سے ترقی کی ہے آیئے ان کی اس غزل پر وسعت کے بقدر نظر ڈالتے ہیں مطلع میں انہوں نے انسانیت کی راہوں پر کارناموں کے نقوش اجتماعی طور جو ہونا چاہیے تھا اس سے یہ شاہراہ خالی ہے، ہر سو سناٹا ہے شاعر نے غالبًا اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس رہ گذر پہ پاؤں کا اک بھی نشاں نہیں
کیا ہم سے آگے اور کوئی کارواں نہیں

غزل کا دوسرا شعر خوب ہے اس میں وصل کی رومانیت سے بھرپور ہے جس میں محبوب کے ناز وادا کا ذکر ہے۔

گردن سوال وصل پر ان کی جو جھک گئی
یہ ان کی نا ہے،آپ سمجھئے گا ہاں نہیں

تاہم پہلے مصرعے میں پر کی جگہ،،پہ،،ہونا چاہئے۔

شاید کہ تم جلا دو اسی خوف سے کبھی
ہم نے تمہارے نام لکھی چٹھیاں نہیں

یہ شعر بھی عمدہ ہے، رنگ تغزل اور رنگ عشق نمایاں ہے!۔

غوطہ لگایا میں نے سمندر میں جب کبھی
موتی مری نظر میں رہے سیپیاں نہیں

یہ شعر معنوی اعتبار سے ذیل کے اس مصرعے کا ترجمان ہے غواص کو مطلب

ہے گہر سے نہ صدف سے، ایک محقق اور ہدف تک رسائی حاصل کرنے والے کی نگاہیں اشیا کی سطح پر قناعت نہیں کرتی ہیں بلکہ ان کی نظر حقیقت کی طرف ہوتی ہے۔

پرواز فکر کہتے ہیں انجم میاں جسے
اس کی پہنچ سے دور کوئی آسماں نہیں

مقطع بہت عمدہ ہے، معنویت سے بھرپور ہے کہ تخیلات وافکار کی پرواز سرحدوں سے بے نیاز ہوا کرتی ہے، اس شعر میں حوصلوں اور امنگوں کی کائنات پوشیدہ ہے مجموعی اعتبار سے پوری غزل خوبصورت اور دلنشیں ہے، خداوند عالم مزید ترقیات کے دروازے وا کرے۔ آمین

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔ بزم شمع فروزاں

کلام۔ یوسف فلاحی
تبصرہ۔۔ شرف الدین عظیم قاسمی

اردو ادب میں صنف شاعری کی خدمات کے حوالے سے عموماً یہ تصور پایا جاتا ہے کہ یہ صرف مشاعروں کے اسٹیج کی مرہون منت ہے۔ شوشل میڈیا کی اس بھیڑ میں کچھ گروپ ایسے بھی ہیں جو بڑے سلیقے سے اور اہتمام سے وقت کو کارآمد بنا کر شاعری کی وہ خدمات انجام دے رہے ہیں اور اس قدر تیز رفتاری سے ارتقاء کی طرف لے جارہے ہیں کہ ملک میں مروجہ مشاعروں کی اسٹیج کی روشنی اس کے آگے مدھم سی ہو گئی ہے انہیں گنے چنے گروپ میں ایک گلستانِ ادب بزم شمع فروزاں بھی ہے جس کے پلیٹ فارم سے بڑے منظم انداز میں اردو شاعری کا سفر جاری ہے، اسی سفر کے کارواں میں جناب یوسف فلاحی بھی ہیں، جو سخنوری کی راہ پر گامزن ہیں آج انہیں کی ایک غزل پیشِ نظر ہے، ان کی غزل کا مطلع ہے۔

کیا دیکھئے تو آخر سودائی چاھتا ھے
ہر شخص زندگی کی رعنائی چاہتاہے

مطلع میں انہوں نے تخیل کی ترجمانی کی کوشش کی ہے، لیکن پہلے مصرعے کا ربط دوسرے سے خوب اچھی طرح نہیں ہو پا رہا ہے میرے خیال میں ابھی مزید عرق ریزی کی ضرورت ہے۔

دنیا کو دیکھ کر ہم کرتے ہیں بند آنکھیں
حیرت ہے، ایک اندھا بینائی چاہتا ہے

بہت عمدہ شعر ہے، دوسرے مصرعے میں استعارہ بھی خوب ہے، شاعر نے درحقیقت ایک پیغام دیا ہے، کہ حالات پر گہری نظر وقت کا تقاضا ہے تاکہ اس کے

مطابق قوم مستقبل کالائحہ عمل تیار کرے۔

اونچا رہوں دعائیں دیتے ہیں مجھ کو دشمن
پسپائی میری میرا کیوں بھائی چاہتا ہے

معاشرے کے دہرے رویئے کی بہترین عکاسی۔ گویا اس مصرعے کا غماز۔،،جو درد ملا اپنوں سے ملا، غیروں سے شکایت کون کرے!۔

ہے آرزو بکھیرے گل شوخیاں چمن میں
کیوں باغباں کلی پھر مرجھائی چاہتا ہے

یہ شعر بھی عمدہ ہے معنویت سے بھرپور مگر دوسرے مصرعے میں لفظوں کی بندش چستی سے محروم ہے،اس طرح بھی اسے کہا جاسکتا ہے،،، کلیوں کو باغباں کیوں مرجھائی چاہتا ہے!۔

ہر شخص کے لبوں پر میرے لئے دعا تھی
پھر کون ہے،جو میری رسوائی چاہتاہے

اس شعر میں بھی شاعر نے اپنوں کی منافقت کی شکایت کی ہے، مضمون اچھاہے!۔

جو شاعری کا فن ہے،آساں نہیں فلاحی
ہرلفظ اپنے اندر گہرائی چاہتاہے

مقطع بہت بہترین اور معنی خیز ہے، لیکن پہلے مصرعے میں لفظوں کی ترتیب کچھ بے کیف سی لگ رہی ہے اسے یوں ہونا چاہیے، یہ فن بھی شاعری کا آساں نہیں فلاحی،، مجموعی اعتبار سے پورا کلام عمدہ ہے، معنوی گہر کے لئے کتابوں کے سمندر میں مزید غواصی کی ضرورت ہے تا کہ شاعری میں نکھار آسکے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔۔بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔ گلشن بیابانی
گفتگو۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

ایک اچھی شاعری اور خوبصورت سخنوری کے کینوس پر گلشنِ بیابانی کا نام روشن حوالہ بن چکا ہے،،ان کی شاعری کا سفر بہت طویل نہیں بلکہ بہت مختصر ہے لیکن اس دورانیے میں انہوں نے شعری صنعت کی بہت سی منزلیں سر کرلیں ہیں، پیش نظر غزل درحقیقت اسی راہ ارتقاء کا سنگ میل ہے، وہ اس لیے کہ فن کاروں کی ہر منزل اگلی منزلوں کا زینہ ہوتی ہیں ورنہ کلام کے کمال کا تقاضا تھا کہ میں کہتا، یہ غزل اپنے جمالیاتی اسلوب اور رومانوی لہجے کی بنیاد پر منزل کی حیثیت رکھتی ہے آیئے ایک نظر ان کے کلام پر ڈالتے ہیں،۔ مطلع میں انہوں نے مصرع طرح پر گرہ لگائی ہے، اور بلا تامل کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی اس کوشش میں مکمل کامیابی سے ہم کنار ہیں، اس لئے کہ جس قدر خوبصورتی سے انھوں نے دونوں مصرعوں میں ربط پیدا کیا ہے، اس سے انسلاکات کی فنی لہریں مکمل طور پر نمایاں ہو گئی ہیں،۔

پتھر کو پھینکنے کا دریا میں یہ سبب تھا
بس ناپنا وہ اس کی گہرائی چاہتا ہے

اچھا شعر ہے مضمون میں اگرچہ کوئی خاص ندرت نہیں پائی جاتی ہے مگر تیکنیک اور فنی لحاظ سے ابتذال بھی نہیں ہے، شاعر کہنا چاہ رہا ہے، کہ بہت سے وہ اعمال جو ظاہراً حالات کے خلاف یا تقاضائے وقت کے خلاف ہوتے ہیں ان کے متعلق بہت جلد حتمی رائے قائم کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

شاید خزینہ کوئی لگ جائے ہاتھ اس کے
بنجر زمیں کی وہ جو کھدوائی چاہتا ہے

شعر عمدہ ہے، مضمون آفرینی بھی ہے، مگر دوسرے مصرعے میں لفظ،، کھدوائی،، میں سوقیانہ پن محسوس ہو رہا ہے۔

لوٹی ہے، جس نے گلشن کلیوں کی مسکراہٹ
پھولوں سے پر وہ اپنی انگنائی چاہتا ہے

مقطع کا شعر حالات حاضرہ میں نظر آنے والی مادیت پرستی مفاد پرستی اور زر پرستی کا عکاس ہے، جس میں ایک انسان اپنے گھر کی آبادی کے لئے دوسرے کا بھرا پرا گلشن ہستی ویران کر ڈالتا ہے۔ مجموعی لحاظ پورا کلام عمدہ ہے، معنیٰ خیز بھی ہے، مگر وہ رعناِ جو موصوف کے کلام کا رمز بن چکی ہے، اس کلام میں خاطر خواہ نظر نہ آ سکی ایسا لگتا ہے موسم یاس میں جبر کی زنجیروں سے تخیل کو قید کر لیا گیا ہو

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

منظر خیامی کی شاعری

گفتگو۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

تخیل کی نعمت، احساس کی نزاکت اور فکر کی بلندی قدرت کا عظیم عطیہ ہے،۔روزمرہ کے واقعات تمام نگاہوں کے سامنے سے گذرتے ہیں۔فطرت کے خوبصورت مناظر زندگی کے گرد و پیش میں پھیلے ہوئے ہیں۔ان واقعات اور مشاہدات کی منظر نگاری ہر کہ ومہ کے بس کا نہیں ہے۔یہ ان لوگوں کا حصہ ہے جن کا وجود مشاہدات کی قوت اور تجربات کی گہرائیوں سے آراستہ ہے،۔جن کے احساسات کے شعلوں میں پگھل کر شاعری کی صورت اختیار کرجاتے ہیں۔محترم منظر خیامی مذکورہ تمام شعری خوبیوں سے مزین ہے ان کا شعور اس قدر پختہ اور عمیق ہے، کہ معمولی سے معمولی واقعات ان کے تخلیقی سانچے میں ڈھل کر بہت اہم اور غیر معمولی ہوجاتے ہیں، ایک عظیم شاعر کی یہی خصوصیت ہے کہ معاشرے میں بکھری ہوئی سچائیاں ہزار پردوں کے باوجود اس کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ پاتی ہیں۔مثلا یہ شعر دیکھئے جس میں سماج کے اشرافیہ طبقے کے سیاہ کرداروں کی پوری کائنات سمٹ آئی ہے۔

تخت کیا حاصل ہوا زردار کو
مفلسوں کی بستیاں جلنے لگیں

پوری غزل کمالات شاعری اور جمالیات غزل کا جہاں خوبصورت نمونہ ہے۔وہیں معاشرے کی متضاد روش، اور خود غرض رویوں کا شفاف آئینہ بھی ہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

تجمل حسین زاہد کی شاعری

گفتگو۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

کہا جاتا ہے شاعری الہامی کیفیت کا دوسرا نام ہے،،ایک موزوں طبیعت، اور پاکیزہ وجدان کے سمندر میں الہام کی کیفیتیں تموج پزیر ہوتی ہیں تو شاعری جنم لیتی ہے۔وہ شاعری؟جس میں آورد کا کہیں نام نہیں ہوتا ہے مست خرام باد صبا کی طرح آمد ہی آمد کی حسن طرازی نظر آتی ہے،اس تمہید کی روشنی میں بلا تامل کہا جاسکتاہے کہ شاعرانہ فن کسبی متاع سے کہیں زیادہ وہبی سرمایہ ہے،۔

محترم تجمل حسین زاہد صاحب کی مذکورہ غزل شگفتگی برجستگی،سلاست وروانی، سادگی ورعنائی کے تناظر میں شاعری کی اسی صف میں کھڑی ہے،،جہاں تخیلات فن اور مشاہدات جاوداں ہوجاتے ہیں۔تجمل صاحب واقعہ یہ ہے، کہ اسم با مسمی ہے،۔قدرت نے نظم وشعر کی تمام جمالیاتی خوبیوں سے نوازاہے،۔جس کی وجہ سے بڑی آسانی کے ساتھ فرد ومعاشرے کے رویوں کو نظم کاروپ دے دیتے ہیں نہ الفاظ کی شوکت نہ ہی استعارے وتشبیہات کی حاجت۔سادے لفظوں کو تنظیمی ساخت دے کر افکار وخیالات کو غزل کا حسن عطا کرجاتے ہیں،۔۔مثلاً یہ شعر دیکھیں سادگی کے باوجود چھوٹی سی بحر میں کس قدر رعنائیاں نظر آرہی ہیں۔

درد کا جس کو علم نہیں کچھ
وہ میرا ہمدرد ہواہے

اس طرح کی کی شاعری جو ادبی اوصاف کے ساتھ حقائق کے چہرے کو روشن کرتی ہوبے مقصد شعرا کی بھیڑ میں خال خال ہی نظر آتی ہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی

منظر خیامی کی شخصیت

گفتگو۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

عظیم لوگوں کے تجربات شاہد ہیں، اصحاب فضل کی دانشوری بتاتی ہے، اور خود وجدان یہ کہتا ہے کہ۔ شخصیت کے ارتقاء کا پہلا زینہ تواضع اور خاکساری ہے، وہ تواضع جو تمام تر کمالات کے باوصف وجود میں آئے اور احساس کمتری کے حصار میں داخل ہونے سے محفوظ رہے۔ ارتقاء آشنا مسافر کی کوئی منزل نہیں ہوتی بلکہ دوسری منزل کا پیش خیمہ بن جاتی ہے، اس کی جستجو کا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا، ہر مرحلے پر نئے جہان کی دریافت اس کا ہدف ہوتی ہے، سب کچھ پا کر یہ احساس کہ کچھ حاصل نہیں ہوا ہے، پرواز کے پروں کو کبھی سمٹنے نہیں دیتا ہے،، اور پھر یہی احساس عروج کے آسمانوں پر فتح وظفر کے پرچموں کو نصب کرتا ہے۔

اس کے برعکس قلب وذہن جب تکمیل علم و فن کے خمار میں مبتلا ہوتا ہے، احساس برتری کی فضاؤں میں تیرنے کی کوشش کرتا ہے،، اپنی ذات کو انفرادیت کے مقام پر محسوس کرتا ہے، خود کو اعلیٰ مراتب کا مستحق تصور کرتا ہے، تو یہی مقام اس کے تنزل کا نقطہ آغاز ہوتا ہے، ترقیاں رک جاتی ہیں، امنگوں کے اشجار پر خزاں کے سائے لہرانے لگتے ہیں، غرور و تمکنت کے نتیجے میں ولولوں کے گلشن میں خاک اڑنے لگتی ہے۔۔اور ۔۔۔پھر۔۔یہ احساس مسافران علم و ادب کو گمنامیوں کے لامحدود سمندر میں کہیں غرق کر دیتا ہے۔

محترم منظر خیامی کی علمی ادبی ترقیوں کا راز در حقیقت اسی بات میں پوشیدہ ہے

کہ ان کا قلب وذہن ان کا وجود،ان کے افکار و خیالات اول الذ کر منکسرانہ کیفیات سے ہر لمحہ سرشار رہتاہے،یہی کیفیت انہیں خوردنوازی پر آمادہ کرتی ہے،،یہی جاں نواز احساس انہیں رجال سازی پر مجبور کرتا ہے،اسی شعور کے باعث ان کا ہر اگلا قدم جادہ علم وفن اور شاہراہ عشق و وفا پر مسلسل متحرک رہتاہے،اور فکر وفن کے روشن نقوش ثبت کرتا چلا جاتا ہے، علمی روشنی کی ہلکی سی رمق حاصل ہونے کے نتیجے میں خود کواوروں سے ممتاز تصور کرکے دوسروں کے کمالات کو مجروح کرنے والے ماحول کی تاریکیوں میں منظر خیامی صاحب کی ذات یقیناًروشنی بکھیرنے والے ماہتاب کے مانند ہے۔

تیرے فکر و فن سے ذرے ہو گئے ہیں آفتاب
تونے سیارے تراشے ہیں چراغ شام سے

شرف الدین عظیم قاسمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔۔بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔یاسمین مہک لاتور
تبصرہ۔۔شرف الدین عظیم الاعظمی

اردو شعر وادب کی زلفوں کو سنوارنے اور اس کے مستقبل کی تعمیر میں جہاں ہر عہد میں رجال ادب نے اپنا خون جگر صرف کیا ہے،، ذہن ودماغ کو افکار کے شعلوں میں جلا کر شاعری کی کائنات وسیع کی ہے،۔وہیں نسائی فکر ونظر اور تخئیل وتخلیق نے بھی اس کے استحکام میں اہم کردار ادا کیا ہے۔۔

اُردو شاعری کے لیے خوش آئند بات یہ ہے کہ اس روایت واقدار میں مروجہ طریقوں کے علاوہ موبائل کی اسکرین پر بھی خواتین کے جذبات کی عکاسی نسائی ادب اور فکر کے ذریعے بہت اہتمام اور منظم انداز میں نظر آرہی ہے۔

اردو شاعری کے انہیں ستاروں میں ایک نام یاسمین مہک کا بھی ہے، وہ ایک خوبصورت احساسات اور پاکیزہ خیالات کی مالک ہیں، اس بزم میں بحیثیت سخنور ان کی شمولیت اہتمام سے ہوتی رہتی ہے، یہی وجہ ہے، کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان کے کلام میں نکھار آتا جارہا ہے، زیر نظر کلام کا مطلع اس طرح ہے۔

عشق کے شیدا زمانے سے سروکار نہ رکھ
یاد محبوب فقط دل میں گرفتار نہ رکھ

مطلع میں یاسمین صاحبہ نے غزل کے رنگ میں عشق کے تقاضوں پر روشنی ڈالی ہے، مگر دونوں مصرعوں کے درمیان مضمون کے لحاظ سے ربط کا فقدان ہے، پہلے مصرعہ میں عشق کا اثر یہ ہے، کہ زمانے سے عاشق کا کوئی رشتہ نہیں ہے جبکہ دوسرے میں یہ نصیحت ہے کہ دنیا میں فقط یاد محبوب تو نہیں؟ اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔

تجھ کو سرتاج بنالے گا زمانہ سارا
بس تو زردار کی دہلیز پہ دستار نہ رکھ

اچھا شعر ہے، اور بہترین مضمون آفرینی، خودداری اور غنائیت کا خوبصورت پیغام ہے اس شعر میں۔

شاد رکھ اپنے مقدر سے ہمیشہ خود کو
اپنی تقدیر سے تو دل کبھی بیزار نہ رکھ

اسلامی تعلیمات میں تقدیر کی حقیقت پر مشتمل ایک مضمون کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس کوشش میں موصوف کامیاب بھی ہیں، دوسرے مصرعے میں تھوڑی سی ترمیم کر دیں تو روانی پیدا ہو جائے گی۔اپنی تقدیر سے دل کو کبھی بیزار نہ رکھ۔

یہ تقاضا ہے،محبت کا مٹادے خود کو
راہ الفت میں شرائط کی تو مقدار نہ رکھ

تغزل کے رنگ میں محبت کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، کہ اس کوچے میں سوداگری اور سود وزیاں کا گذر نہیں ہے، شرائط یہاں بے حیثیت ہیں دوسرے مصرعے میں،،مقدار،، کی جگہ،،دیوار،،ہونا چاہیے تا کہ معنویت پیدا ہو جائے۔

طرز نو،ایک نظر اپنی ثقافت بھی دیکھ
حسن بے پردہ کبھی تو سر بازار نہ رکھ

آزادی نسواں کے حوالے سے مغرب کی آزاد خیالی اور اس کے نام پر خواتین کے استحصال پر اس شعر میں سخت لہجہ میں نقد کیا گیا ہے، اچھا خیال اور عمدہ مضمون ہے،۔دوسرے مصرعے میں لفظوں کی ترتیب درست نہیں ہو پائی ہے،اس میں مزید توجہ کی ضرورت ہے، یوں بھی کہہ سکتے ہیں،،عصمت خانۂ خود کو سر بازار نہ رکھ،،۔

حسن دنیا ہے،فقط ایک تماشا غافل
چھوڑ کر ذکر الہی دل بیمار نہ رکھ

مقصد زندگی اور دنیا کی بے ثباتی کا سود مند مضمون اس شعر میں باندھا گیا ہے، اور بڑے سلیقے سے ذکر الہی کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے، بہترین تخیل اور پاکیزہ احساس۔

غم تبسم کے تلے اپنے چھپالے سارے
تو زمانے پہ عیاں چشم گہر بار نہ رکھ

عشق غیور اور خودداری وبے نیازی کے مفہوم کے حوالے سے بہت خوبصورت شعر ہے،، شعریت بھی ہے، اور تخلیقیت بھی۔۔

خوش گمانی ہو تجھے اپنی زباں پر اے مہک
اس قدر لہجے میں تو شوخی گفتار نہ رکھ

اس غزل کا سخنور زندگی کے ہر مرحلے میں اپنی حیثیت سے واقف ہے، اس لیے وہ خودی کے دائرے سے نکل کر کبر کے حصار میں داخل نہیں ہونا چاہتا ہے اور یہ اخلاقی وصف زندگی کا حسن ہے،، اسی خیال کا مقطع میں اظہار کیا گیا ہے، مجموعی لحاظ سے مہک صاحبہ کی غزل اپنے مضمون اور ساخت وہیئت کے حوالے سے عمدہ ہے، اس کوشش پر انہیں مبارکباد۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔۔بزم شمع فروزاں

کلام۔۔اشرف کمال ندوی
تبصرہ۔۔شرف الدین عظیم الاعظمی

زندگی کے اردو گرد بکھرے ہوئے حقائق کے ادراکات، سطح ارض پر پھیلے ہوئے قدرتی مناظر کے گہرے مشاہدات اور راہ حیات میں پیش آنے والے تجربات وواقعات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے جذبات واحساسات، تخیل کی آنچ میں پگھل کر لفظوں کی کائنات میں ڈھلتے ہیں تو شاعری جنم لیتی ہے،، فن نمودار ہوتا ہے،،ادب رونما ہوتا ہے۔

فکری گہرائی، تخیل کی بلندی اور جمیل احساسات کی دولت سے مالامال ایک نام اشرف کمال ندوی کا بھی ہے،،موصوف ادبی گلشن میں اس خطے کی نمائندگی کرتے ہیں جس نے ہر عہد میں شعر وادب کے عباقرہ زماں کو پیدا کیا ہے،، شبلی اور کیفی کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے اشرف صاحب کا کلام ہمارے سامنے ہے آیئے ایک نظر ان کے کلام کے حوالے سے ان کے سخنورانہ شعور کا جائزہ لیتے ہیں۔

اپنے انکار کو ناقابل اقرار نہ رکھ
تلخ گفتار بھی اب اتنی مرے یار نہ رکھ

معاشرے میں پائی جانے والی سرد مہری اور تنگ نظری جو ضد اور انا پرستی کے باعث تلخی گفتار کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے شاعر نے اسی لہجے کی کرختگی کا شکوہ کیا ہے، مگر دوسرے مصرعے میں لفظوں کی ساخت میں کمی محسوس ہو رہی ہے اسے اس طرح کہا جاسکتا ہے،، ہمنشیں اتنی بھی اب تلخئ گفتار نہ رکھ۔

غالب ومیر کے دیوان پڑھا پہلے مجھے
ایسے ویسوں کے مرے سامنے اشعار نہ رکھ

یہ شعر فن کے حوالے سے شاعر کی خود اعتمادی کا غماز ہے، کہ ہر رطب ویابس کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہے، شعر وسخن کی صحت کا معیار اساطین ادب ہیں ان کے مقابلے میں کوئی اور فکر واصول قابل اعتنا نہیں ہے، اچھا شعر ہے، معنیٰ آفرینی سے پر ہے۔

خاک ہوجائے گی آنکھوں کی تری تابانی
جلوۂ طور ہے وہ حسرت دیدار نہ رکھ

رومانیت کے رنگ وآہنگ میں ڈوبا ہوا بہت پیارا شعر ہے،، جلوہ طور سے محبوب کے حسن کے جلوے کو تشبیہ دے کر شاعر نے اس کے حسن کو کمال تک پہونچا دیا ہے،، موسیقیت اور نغمگی سے معمور ہے یہ شعر۔

بیٹھ کر بات سے حل بھی تو نکل سکتا ہے
مسئلے اپنے گھروں کے سربازار نہ رکھ

یہ شعر بھی نہایت خوبصورت ہے،، باہمی رنجشوں، مناقشوں اور مخالفتوں کو آپسی مصالحت کے ذریعے ختم کرنے میں ہی زندگی کی ارتقاء اور اس کی عزت ووقعت ہے،، اس مضمون کو سہل ممتنع کے اسلوب میں انہوں نے ایک شعر میں سمو کر ایک بہترین اتحاد کا پیغام دیا ہے،۔

اہل دنیا کو دکھا جود سخاوت اپنی
ساقیا آج مقرر کوئی مقدار نہ رکھ

میخانہ بزم یا انجمن کی فضائیں روشن اسی وقت تک رہتی ہیں جب تک ساقی میخانہ وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتا ہے، اس کی آبادی ورونق کا مدار ساقی کی سخاوت فکر ونظر پر ہی قائم ہے، شاعر رند بلا نوش کی آواز میں ساقی سے یہ التجا کر رہا ہے، کہ۔۔ مست آنکھوں سے مستی ٹپکتی رہے ہوش اڑتے رہے دور چلتا رہے، مضمون تو وہی بادہ وساغر کا ہے، مگر موصوف نے اپنے اسلوب میں ڈھال کر

جدید انداز میں پیش کیا ہے۔

حادثے میں بھی بدل سکتی ہے اک پل کی خطا
چال میں اپنی بہت گرمیٔ رفتار نہ رکھ

آسان اسلوب میں زندگی کی راہوں میں عجلت پسندوں کے لئے سودمند نصیحت۔ کامیابی کے ساتھ ایک اچھے خیال کو پیش کیا گیا ہے۔

رکھ غریبوں کی ہتھیلی پہ اگر رکھنا ہے
اپنی جیبوں میں فقط درہم و دینار نہ رکھ

یہ شعر معاشرے میں پائی جانے والی معاشی ابتری اور امیر وغریب کے درمیان فاصلوں اور اہل زر کے سفاکانہ رویوں کی بے لاگ انداز میں تصویر کشی کر رہا ہے، نیز یہ بھی بتارہا ہے کہ شاعر کی نگاہوں سے سماجی ناہمواریوں کے مناظر پوشیدہ نہیں ہیں۔

زندگی جیسے گذارے یہ تری مرضی ہے
خوف کا نام مگر لذت آزار نہ رکھ

آخری شعر تضمین پر مشتمل ہے اور مضمون کے لحاظ سے بھی عمدہ ہے کہ دونوں مصرعوں میں معنوی ربط وانسلاک بھی ہے مگر پہلے مصرعے میں شعریت مفقود ہے اس لیے کہ ،لفظ،، گذارے،، کی ساخت یہاں نامانوس لگ رہی ہے۔ میرے خیال میں اگر یوں کہیں تو شاید یہ کمی دور ہو جائے،،،زندگی جس طرح چاہے تو بسر کر اپنی،، مجموعی اعتبار سے پوری غزل نہایت شاندار ہے، معنیٰ آفرینی اور مضمون کے اعتبار سے بھی اور ظاہری ساخت وہیئت، سلاست روانی اور لفظوں کے دروبست کے لحاظ سے بھی۔اس عمدہ تخلیق پر اشرف صاحب کو بے شمار مبارکباد۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام ۔۔ بزم شمع فروزاں

کلام ۔ شاداب انجم ناگپور
گفتگو ۔ شرف الدین عظیم الاعظمی

زندگی کے اس سفر میں کامیابی کی منزلیں محنت وریاضت اور عزم و استقلال میں پوشیدہ ہیں دنیا میں عموماً تاریخ ساز ہستیوں نے اسی زینے سے تاریخیں رقم کی ہیں ۔ شاداب انجم صاحب ایک باذوق اور عمدہ فکر کے حامل شخص ہیں شاعری سے انہیں دلچسپی نہیں بلکہ عشق ہے ، اس راہ میں مسلسل جدوجہد کی وجہ آج ان کے کلام میں شاعرانہ عناصر پوری شان سے نظر آتے ہیں ۔ زیر نظر غزل کا مطلع دیکھیں ۔

نہ پوچھ مجھ کو ملال کیا ہے
بتاؤں میں کیا کہ حال کیا ہے

مطلع میں انھوں درد کا بہت کربناک لہجے میں اظہار کیا ہے ،، معنویت سے پر اس شعر میں کسی کی بے وفائی کی داستان بھی ہوسکتی ہے اور اس محدود دائرہ سے نکل کر دیکھیں تو اجتماعی لحاظ سے امت کی زبوں حالی پر آٹھ آٹھ آنسوؤں سے لبریز مرثیہ بھی ہے ، ۔

حسین چہرہ عطا ہے ، رب کی
تمہارا اس میں کمال کیا ہے

بہت عمدہ شعر ہے ، اور مضمون کے لحاظ سے حمدیہ کا رنگ بھی ہے اگرچہ ضمنی طور پر ، غرور حسن تو حسن کا خاصہ ہے ، مگر شاعر خالق حقیقی کی صنعت گری کا ذکر کرکے اس کے پندار کو ریزہ ریزہ کرکے یہ پیغام دیا ہے کہ کبر صرف ایک ذات کو روا ہے ، اور وہ ہے ، خالق حقیقی ۔

گنوا دی پھر ہم نے دل کی بازی
سمجھ نہ پائے کہ چال کیا ہے

کمال کا شعر ہے ، اور ذومعنی بھی ہے ،، برجستگی کے ساتھ رعنائی بھی ہے شاعر

نے محبوب کی طوطا چشمی کی شکایت کی ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زمانہ کی خود غرضی کی صورت گری ہو بھی ہو۔ دونوں مفاھیم کا احتمال ہے۔

اگر ہو تم اہل علم-------

پڑھ لو مری نظر میں سوال کیا ہے

مریض عشق سے خیریت اور احوال پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی ہزار پردوں کے باوجود اس کے جلوے نمایاں ہو کر رہتے ہیں، بڑے سلیقے سے شاعر نے اس مضمون کو ادا کیا ہے،۔ بہت پیارا شعر ہے۔

عروج کا میں نہیں ہوں طالب

کہ جانتا ہوں زوال کیاہے

یہ شعر شاعر کی حقیقت پسند طبیعت کا آئینہ دار ہے، کہ وہ خوش گمانیوں کے دشت میں سیاحی کا قائل نہیں ہے، بہترین اور عمدہ شعر ہے۔

ترے حسیں قلب کے مقا بل

کسی کا حسن وجمال کیا ہے

اچھا خیال اور اچھی فکر جسے اس شعر میں پیش کیا گیا ہے، انسان کی خوبصورتی اور بدصورتی کا حقیقت میں مدار اس کا کردار اور اس کی فکر ہی ہے۔

ہے روح قربان تم پہ انجم

بھلا یہ خد اور خال کیا ہے

مقطع میں بھی سابق شعر کا مفہوم ہے، جسے اپنی ذات کی سطح کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے، شعر عمدہ ہے، مجموعی لحاظ سے شاداب انجم صاحب نہایت کامیاب غزل کہی ہے، چھوٹی سی بحر میں اس خوبصورتی سے انہوں نے اپنے جذبات واحساسات کے سمندر کو بند کیا ہے، کہ طبیعت نشاط انگیز ہو گئی، اس خوبصورت کلام پر ہدیہ تبریک۔ اللہ تعالیٰ سخن کے اس سفر میں مزید تیز گامی کی قوت عطا فرمائے آمین

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔ بزم شمع فروزاں

کلام۔ گلشن بیابانی
گفتگو۔۔ شرف الدین عظیم الاعظمی

جناب گلشن بیابانی ایک اچھے کہنہ مشق اور قادر الکلام شاعر ہیں، ان کے کلام میں ہجر و وصال کی روداد بھی ہے اور حسن و عشق کی داستان بھی، فکر امروز بھی ہے اور غم فردا بھی، زندگی اور زندگی کی سچائیوں کو بڑے سلیقے سے وہ شعری پیکر عطا کرتے ہیں، برجستگی کے ساتھ شعریت ان کے کلام کی خصوصیت ہے زیر نظر غزل ان کی تازہ تخلیق ہے، جس کا مطلع اس طرح ہے۔

پل بھر میں ہی گذر گئیں گھڑیاں وصال کی
آباد ہوکے لٹ گئی دنیا خیال کی

ہجر کی راتیں جس طرح دراز ہوتی ہیں وصل کے لمحات اسی طرح پلک جھپکتے گذر جاتے ہیں، وصل کے ہجر کی راتیں بڑی المناک ہوتی ہیں شاعر اسی درد و کرب کا اظہار کر رہا ہے، عشقیہ مضمون پر مشتمل بہترین مطلع ہے۔

شمس و قمر نجوم سبھی ہیچ سے لگے
اب کیا مثال دوں میں تمہارے جمال کی

غزل کے رنگ میں ڈوبا ہوا بہت خوبصورت شعر ہے،، حسن کی انتہا شمس و قمر اور کہکشاں کی ذات ہے، لیکن باوجود اس کے محبوب کے حسن و جمال کے آگے وہ شرمندہ ہیں اب اس کے بعد کائنات میں کوئی ایسی چیز عاشق کو نہیں ملتی جس سے محبوب کے جمال کو تشبیہ دے سکے، شاعر نے بڑی خوبصورتی سے غزل کے اس مضمون کو بیان کیا ہے،، جو رعنائیوں سے معمور ہے۔

بیٹے نے ٹوٹا چشمہ بنا کر جو لادیا
لائی ہے، رنگ میری کمائی حلال کی

فرمانبر دار اولاد، زندگی کی بہت بڑی نعمت ہے،، شاعر نے اپنی اس نعمت کا ذکر حلال کمائی کی صورت میں کیا ہے۔

کل کیسا ہو گا مجھکو نجومی بتائے گا
اس کو تو خود خبر نہیں کچھ اپنے حال کی

یہ شعر انسان کے ایک غلط افکار وخیالات کی تردید کر رہا ہے، شاعر نے اس میں فطری امر کا ذکر کیا ہے، اور اس حقیقت کی وضاحت کی ہے، کہ جس شخص کو خود اپنے احوال کی خبر نہیں ہے وہ دوسروں کے مستقبل کے بارے میں کیا بتائے گا۔

وتعز من تشاء وتذل من تشاء
مرضی پہ منحصر ہے فقط ذوالجلال کی

حمد یہ شعر ہے،، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے اختیارات کل کو تخیل کے سانچے میں ڈھالا ہے،، اچھا اور خوبصورت شعر ہے۔

لائی ہے، کس مقام پہ اب زندگی ہمیں
سمتیں ہی مٹ گئی ہیں جنوب وشمال کی

زندگی میں کبھی کبھی ایسے لمحات بھی آتے ہیں جہاں سفر کی ساری راہیں مسدود نظر آتی ہیں اور کسی فیصلے کا تعین دشوار تر ہو جاتا ہے اس مضمون کو شعر میں پیش کیا گیا ہے۔

قبریں تو اپنے ہاتھوں سبھی کھودنے لگے
گلشن نہیں کسی کو ضرورت کدال کی

مقطع کا شعر بھی بہت عمدہ ہے، قوم کی خود غرضی اور مفاد پرستی اور اس کے آپسی اختلاف وانتشار کو قبر کھودنے کا استعارہ قراد دے کر اس حقیقت کو بڑے سلیقے سے بیان کیا گیا ہے۔ مجموعی لحاظ سے گلشن بیابانی کی یہ غزل حسب

سابق عمدہ اور بہترین ہے،فنی اعتبار سے بھی اس کے اشعار میں برجستگی ہے،،سلاست اور روانی ہے،،لفظوں کے دروبست اور تراکیب بھی تیکنیکی ہے،،اس اچھی اور معیاری کوشش پر بے شمار مبارکباد۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔۔بزم شمع فروزاں

کلام۔۔مہک یاسمین
تبصرہ۔شرف الدین عظیم قاسمی

بزم شمع فروزاں کے پلیٹ فارم سے جن لوگوں نے محنت وریاضت اور مشق ومزاولت کے ذریعے اردو شاعری میں کمال حاصل کیا ہے ان میں محترمہ مہک یاسمین صاحبہ کا نام بہت نمایاں ہے، وہ شفاف فکر اور پاکیزہ خیالات کی حامل ہیں، انھوں نے اپنے تجربات ومشاہدات کے اظہار کے لیے سخن وری کو وسیلہ بنایا اور اس کوشش میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہیں، ان کی شاعری میں فکر امروز، غم فردا کے علاوہ زندگی کے صد رنگ مناظر بھی پوری شان سے نظر آتے ہیں، آیئے حالیہ طرحی کلام پر ان کی مطروحہ تخلیق کا جائزہ لیتے ہیں۔

لاتی ہے رات خواب میں گھڑیاں وصال کی
آتی ہے صبح لے کے خبر کیوں ملال کی

تغزل کے رنگ میں ڈوبا ہوا عمدہ مطلع ہے، جس میں ہجر وفراق کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے کہ خوابوں میں وصل کی دولت تو حاصل ہو جاتی ہے مگر عالم بیداری میں وصل کا پورا گلستاں پھر ویران ہو جاتا ہے، اچھا تخیل اور عمدہ شعر ہے۔

ہے یہ نشانی میرے وطن کے زوال کی
ہمت نہیں کسی میں بھی اب قیل وقال کی

ملک کی ڈکٹیٹر شپ اور آمریت کے کردار پر بے باکانہ نقد ہے، اور حاکمیت کے طرز عمل کو آئینہ دکھانے کی کامیاب کوشش ہے۔

تہذیب کا چراغ بجھادے نہ یہ کہیں
مغرب سے چل پڑی ہے ہوا جو زوال کی

یہ شعر بھی عمدہ ہے اور اپنی تہذیب کے زوال اور اس کے اسباب کا ذکر بڑے سلیقے کے سے شاعر نے کیا ہے۔

دنیا کی بے ثباتی سے جب آشنا ہوئے
دل میں جگہ بچی نہیں خواب وخیال کی

متصوفانہ رنگ لئے ہوئے بہترین شعر ہے، جس میں دنیا کی حقیقت اور اس کے تناظر میں اپنی امیدوں کے دائرے کو سمیٹنے کے عمل کا اظہار ہے۔

ان کو نہیں شعور ہماری زبان کا
حق گوئی کو بھی کہتے ہیں باتیں قتال کی

اردو زبان وادب اور اس کی شیریں ونرم گفتاری کے ساتھ ساتھ متعصّبانہ کرداروں کو بھی اس شعر میں بے نقاب کیا گیا ہے، حالات حاضرہ کی عکاسی کرتا ہوا اچھا شعر ہے۔

آوارگی شوق نے سب کچھ گنوا دیا
آباد ہوکے لٹ گئی دنیا خیال کی

تضمین کا یہ شعر بھی اپنے مفہوم اور معنیٰ آفرینی کے لحاظ سے بہت عمدہ تو نہیں لیکن بے کیف بھی نہیں ہے، تھوڑی سی اور عرق ریزی سے اس میں حسن پیدا کیا جا سکتا ہے۔

آسانیاں مہک تھی بھلا کب ہمیں پسند
مشکور ہیں کہ زندگی اس نے محال کی

مقطع کا شعر بہت عمدہ ہے محبوب کی نوازشات خوشی کی صورت میں ہوں یا غم کی، بہر حال عزیز ہیں، عشق کی اس انتہا کو شعری پیکر میں ڈھالا گیا ہے اور شعر اس بات کا غماز ہے کہ شاعر کا قلب ان کیفیات سے دوچار ہوا ہے،، مجموعی اعتبار سے پوری غزل عمدہ ہے، اور وقت کے ساتھ ساتھ شاعر کے کلام میں پختگی آتی گئی ہے، اور شعری اوصاف کے تقریباً تمام محاسن اس میں موجود ہیں، اس عمدہ کوشش پر مہک صاحبہ کو پر خلوص مبارک باد۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔۔۔۔بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔۔۔قیصر امام قیصر
تبصرہ۔۔۔شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

اردو شاعری کے لئے یہ بڑی اہم اور خوش آئند بات ہے کہ بزم شمع فروزاں جس کے عمل کا دائرہ صرف موبائل کی اسکرین پر قائم ہے بڑے منظم انداز میں اس پر شاعری کی مجلسیں منعقد ہو کر اردو کی بقااور استحکام کا سامان کیا جارہاہے، اس پلیٹ فارم یااکیڈمی کے ذریعے سخنوری کا کامیاب سفر جاری ہے۔

اس سفر کے کارواں میں ایک نام قیصر امام صاحب بھی ہیں، قیصر صاحب ایک اچھے شاعر ہیں، اور شعری سفر میں ان کے قدم ارتقاء کی طرف گامزن ہیں اس محفل شعر وسخن میں مختلف موضوعات پر انھوں نے طبع آزمائی کی ہے اور کافی حد تک سخنوری کے اس میدان میں وہ کامیاب بھی ہیں،، زیر نظر کلام میں انھوں نے اپنے قلبی احساسات کو شعری پیکر میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے، اور عمدہ انداز میں عارض ورخسار اور وصل وفراق کو شاعری کا موضوع بنایا ہے۔: مطلع میں انھوں نے فراق اور جدائی کے درد و کرب کا اظہار کچھ یوں کیا ہے۔

اثر ہونے لگا جانم تری مجھ پر جدائی کا
کوئی رستہ نظر آتا نہیں مجھ کو رہائی کا

مگر درست بات یہ ہے کہ پہلے مصرعے میں لفظوں کے عامیانہ پن کے باعث مضمون عریاں ہو کر رہ گیا ہے، جبکہ شاعری یہ ہے، کہ قلب کی یہ کیفیات استعارے کے پردے میں ہونی چاہئیں۔اسے یوں کہا جاسکتا ہے،، ہوا کچھ اس طرح مجھ پر اثر ان کی جدائی کا۔

تمہارے ہم رخ زیبا کی کرلیں گے زیارت
یوں چلے آؤ بھی محفل میں ہے موقع رونمائی کا

اچھا شعر ہے، رنگ تغزل نمایاں ہے، محبوب کا دیدار بھی عالم نزع میں آب حیات سے کم نہیں ہوتا دوسرے مصرعے میں ہلکی سی ترمیم کردیں تو روانی پیدا ہوجائے گی، چلے بھی آؤ محفل میں۔

چھپا لو اپنی بانہوں میں بسالو اپنی آنکھوں میں
ذرا بھی ڈر نہیں ہمکو ہے جانم جگ ہنسائی کا

عشق ومحبت اور وصل تعلق کی شدت کیفیت کا بے باکانہ اظہار ہے، دوسرا مصرع عریانیت کی وجہ سے ابتذال کا شکار ہو گیا ہے، اس پر مزید توجہ کی ضرورت ہے۔

گناہوں سے کرو توبہ زکاتیں سب ادا کردہ
خدا لے گا حساب اک دن بھی تم سے پائی پائی کا

اچھا شعر ہے اصلاحی تعلیمات پر مبنی واعظانہ رنگ لئے ہوئے۔

مجھے دھوکا دیا قیصر بتا یوں کس لیے تونے
عدم تک بے وفا چرچا ہے تیری بے وفائی کا

مقطع کا شعر تضمین کا ہے لیکن اس عمل میں شاعر کامیاب نہ ہوسکا ہے مصرع طرح کا مضمون تقاضا کررہا ہے کہ اس کے لئے جو مصرع لایا جائے وہ بے وفائی کی خاصیت اور استمرار ودوام کے مضمون پر اس طرح مشتمل ہو کہ یہ صفت اس کی علامت بن چکی ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے جس کی وجہ سے دونوں مصرعوں میں ربط پیدا نہ ہوسکا ہے حاصل یہ کہ قیصر صاحب کی یہ غزل چند ہلکی پھلکی خامیوں کے باوجود اچھی اور عمدہ ہے اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے آمین۔

شرف الدین عظیم قاسمی

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔۔۔۔بزم شمع فروزاں

کلام۔۔۔۔آصف راہی
گفتگو۔۔۔۔۔شرف الدین عظیم اعظمی

آصف راہی بلڈانوی ایک باذوق اور خوبصورت فکر کے مالک انسان ہیں ،انھوں نے بزم شمع فروزاں کے پلیٹ فارم سے سخنوری کے کوچے میں قدم رکھااور دلچسپی لگن اور محنت سے شاعری کے میدان میں اپنا ایک مقام بنایا۔انھوں نے عارض و گیسو کے علاوہ معاشرے کے کردار کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا اور اس حوالے سے وہ بہت حد تک کامیاب بھی ہیں۔۔بزم کی شعری نشست میں بہت پابندی سے وہ حصہ لیتے ہیں اور یہی دلچسپی اور مزاولت ان کی ترقی کا زینہ بنی۔۔آیئے آج ان کی غزل پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔غزل کا مطلع اس طرح ہے۔

یقیں ہم کو دلا پایا نہیں جو آشنائی کا
وہ کیسے کررہا ہے دیکھ لو دعویٰ خدائی کا

اس شعر کا پہلا مصرع مفہوم کے اعتبار سے مبہم ہے مضمون کی توضیح میں وہ کامیاب نظر نہیں آرہے ہیں،اس میں مزید محنت کی ضرورت ہے۔

تری دولت ہے،تو بے شک اڑا لیکن بتا مجھکو
کوئی تحفہ دیا ماں باپ کو اپنی کمائی کا

اچھا شعر ہے،ماں باپ کے حقوق اور ان کی اہمیت کو اس میں اجاگر کیا ہے۔

اٹھا کر دیکھ لے تاریخ خود اپنی وفاؤں کی
عدم تک بے وفا چرچا ہے تیری بے وفائی کا

تضمین بہت عمدہ ہے شعر میں سلاست بھی ہے اور معنوی لحاظ سے بھی مضمون آفرینی ہے۔

ضرورت کیا کسی بھی غیر کو دشمن بنانے کی
یہاں تو خود ہی بن جاتا ہے دشمن بھائی بھائی کا

یہ شعر بھی ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے خوبصورت ہے،معاشرے کے پست کرداراور خودغرضی کو بڑے عمدہ اسلوب میں نمایاں کیا گیاہے۔

گناہوں سے بچانا ہے،ہمیں کردار کو اپنے
نہیں آسان ہوتا ہے عمل یہ پارسائی کا

شعر ٹھیک ہے مگر مضمون آفرینی پیدا نہیں ہو پائی ہے پہلے مصرعے کو اس طرح اگر کہا جائے تو شاید حسن پیدا ہو جائے،،محبت اور شرافت زندگی کا اصل زیور ہے۔

جنہیں پردہ نشیں بن کر ہی رہنا تھا مگر اب وہ
دکھاتے ہیں سربازار چہرہ بے حیائی کا

غزل کے آخری شعر میں نسائی کرداروں کی پستیوں کو نمایاں کیا گیاہے مگر لفظوں کے انتخاب اور حسن ترتیب کے اعتبار سے شعریت مفقود نظرآرہی ہے اسے یوں کہہ سکتے ہیں۔

وہی پردہ نشیں جو کل تلک اک گھر کی عزت تھی
علامت بن گئی بازار میں اب بے حیائی کا

حاصل یہ کہ آصف بلڈانوی کا کلام معمولی سقم کے باوجود اچھا ہے،ان کی ریاضت قابل قدر ہے،خدا کرے یہ سلسلہ ترقی کی راہوں پر گامزن رہے

شرف الدین عظیم

آن لائن طرحی مشاعرہ باہتمام۔۔۔بزم شمع فروزاں

کلام۔۔راحت آزاد
گفتگو۔۔۔شرف الدین عظیم الاعظمی

شاعری کی جملہ اصناف میں نعتیہ سخنوری جس قدر باعث سعادت،اور سامان دنیاوآخرت ہے،،اسی قدر یہ صنف مشکل اور دشوار تر بھی ہے،اس کوچہ میں قدم رکھنے والا ذرا بھی احتیاط اور ہوشمندی کے دائرے سے باہر نکلا تو افراط و تفریط کی کانٹے دار جھاڑیاں اس کے دامن سعادت کو لمحوں میں تار تار کرڈالتی ہیں،اس نازک وادی میں دیوانگی کے ساتھ ہوشمندی کا سائبان بھی ساتھ ساتھ رہتا ہے، تو نیک بختی کے ستارے قدم بوس ہوتے ہیں۔

راحت آزاد صاحب نے حالیہ مصرع طرح پر نعتیہ شاعری کے کوچہ میں قدم رکھا ہے،اور وہ اس میں کامیاب بھی نظر آرہے ہیں،،ان کے کلام کا مطلع اس طرح ہے۔

حسن نازاں ہے بہت ان کی معیت پاکر
مسکراتی ہے کلی ان کی لطافت پاکر

عمدہ اور خوبصورت تضمین ہے، جس میں کائنات کے حسن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کا صدقہ قرار دیا گیا ہے کہ آپ کی ذات اقدس پر حسن اور خوبصورتی بھی بلندیوں پر خود کو محسوس کرتی ہے۔

قد زیبا پہ ہیں قربان زمانے کے حسیں
حسن کے بن گئے محبوب یہ قامت پاکر

اس شعر کا پہلا مصرع عمدہ ہے مگر دوسرے مصرعے کا مفہوم واضح نہیں ہے لفظوں کی ترکیب درحقیقت بے ربط ہے مزید کوشش درکار ہے۔

بولے حسنین سے رو رو کے بلال حبشی
میں تو دیتا تھا اذاں آپ کی صورت پا کر

بہترین شعر ہے اگرچہ ساخت کے لحاظ سے بالکل سادہ ہے، ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آپ کے وصال کے بعد انہوں نے اذان دینا ترک کر دیا تھا اسی جذبات کی ترجمانی یہ شعر کر رہا ہے۔

کس طرح پھیلے زمانے میں محبت کی مہک
خواب غفلت میں ہے مسلم یہ امانت پا کر

قوم مسلم کے زوال کا سبب اس شعر میں بتایا گیا ہے مضمون اور ہیئت ہر لحاظ سے شعر عمدہ اور بہترین ہے۔

وہ جو بھٹکے ہوئے راہی تھے زمانے میں کبھی
رہنما بن گئے ایمان کی دولت پا کر

سہل ممتنع میں بہت خوبصورت شعر ہے، سلاست اور شعریت سے بھرپور ہے، مطلب اور مضمون بالکل واضح ہے۔ شاعری، درد جگر سوز لحن، آہ وفغاں کیا کیا تونے یہ سامان اے راحت پا کر۔ مقطع کا شعر بھی ہر لحاظ سے خوبصورت ہے،، نغمگی اور سلاست سے مرصع ہے،، لفظوں کی ترکیب جملوں کی چستی کے باعث شعریت پورے شباب پر نظر آتی ہے، حاصل یہ کہ راحت صاحب کا یہ کلام ان کے افکار کی گہرائی اور تخیل کی بلند پروازی کی طرف اشارہ کر رہا ہے خدا کرے اس راہ میں کامیابی کی نئی نئی منزلیں ان کے قدم بوس ہوں۔

شرف الدین عظیم قاسمی